ہفت روزہ
الفتح
کراچی

مظلوم عوام کا ایک پاکستان
یکم اپریل — ۸ اپریل ۱۹۷۱ء
قیمت :— ۵۰ پیسے
ہوائی ڈاک سے :— ۶۰ پیسے

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کا جاری کردہ مارشل لاء ضابطہ نمبر ۷۷ یہ ہے :-

کوئی شخص کسی اخبار یا کسی دیگر دستاویز میں ایسا کوئی مواد شائع یا طبع نہیں کرے گا یا شائع اور طبع نہیں کرائے گا جو

(الف) براہ راست یا بالواسطہ پاکستان کے مقصد پاکستان کی سالمیت یا اتحاد پر [illegible] ڈالتا ہو

(ب) جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مارشل لاء کے نفاذ اس کے جاری رہنے یا اس کے عملدرآمد پر نکتہ چینی ظاہر کرتا ہو -

(ج) براہ راست یا بالواسطہ جس کے نتیجے میں عوام میں تشویش یا مایوسی پیدا کرتا ہو یا

(د) جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر جس کے نتیجے میں مسلح افواج پولیس اور حکومت یا ان کے کسی رکن کے خلاف بے اطمینانی پیدا کرے یا۔

(ہ) جو بالواسطہ یا بلاواسطہ پاکستانی شہریوں کے مختلف فرقوں طبقوں گروہوں یا کسی بھی علاقوں یا پاکستان کے حصوں کی آبادیوں کے درمیان دشمنی، بدگمانی یا نفرت پیدا کرے، یا جذبات ابھارے اور مشتعل کرے یا

(و) جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب اسلام پر حملہ کے مترادف ہو، یا

(ز) جس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ قائد اعظم کی توہین ہوتی ہو۔

(۲) کوئی شخص کسی اخبار یا دیگر دستاویزات میں ایسا کوئی مواد شائع یا طبع نہیں کرے گا یا شائع یا طبع نہیں کرائے گا جو (الف) براہ راست یا بالواسطہ پاکستان میں کسی سیاسی جماعت یا کسی لیڈر یا اس کے کسی رکن کے خلاف نفرت یا بدگمانی ظاہر کرتا ہو یا (ب) جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی سیاسی مسئلہ پر عوام میں ایجی ٹیشن، اشتعال، تشویش یا ناامیدی پیدا کرتی ہو - یا اس مواد کے سبب مذکورہ باتوں کا اندیشہ ہو - ایسا مواد جانچ پڑتال کے لئے اس اتھارٹی کو پیشگی پیش کئے بغیر جسے حکومت نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہو، اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص طبع یا شائع نہیں کرا سکے گا۔



ردی ضائع نہ کیجئے
خواہ وہ کاغذ یا گتے کی کسی بھی شکل میں ہو

صرف پرانے اخبارات اور رسائل ہی ردی نہیں ہیں بلکہ کاغذ کی وہ تھیلیاں جن میں سودا سلف یا خانہ داری کا سامان لایا جاتا ہے، کاغذ یا گتے کے وہ ریپر جن میں روزمرہ کے استعمال کی بہت سی چیزیں پیک کر لائی جاتی ہیں۔ گتے کے چھوٹے بڑے ڈبے سگریٹ کے پیکٹ یا دوائیوں کے گتے کی ڈبیاں وغیرہ سب ہی ردی میں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی بیکار سمجھ کر ضائع نہ کیجئے کیونکہ کاغذ اور گتے کی ردی خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو کاغذ اور گتے کی صنعت میں کام آتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں ۸۵ فیصد ردی دوبارہ قومی استعمال میں لائی جاتی ہے لیکن پاکستان میں ہم ۸۵ فیصد ردی بالکل ضائع کر دیتے ہیں۔ ردی قومی سرمایہ ہے، اسے بچایئے۔ اپنی اور قومی آمدنی بڑھایئے۔

عطیہ اشتہار **پیکیجز لمیٹڈ** پوسٹ آفس امرسدھو، فیروزپور روڈ - لاہور



PL 1/1 71

خدا کی بستی کے مظلوم عوام کا ترجمان

ہفت روزہ

الفتح

کراچی

جلد : ۱ — شمارہ : ۴۶

یکم اپریل — ۸ر اپریل ۱۹۷۱ء

نگران

شوکت صدیقی — محمود شام

مدیر

ارشاد راؤ

معاونین خصوصی

ابراہیم جلیس — منہاج برنا

افضل صدیقی — ایم کے جنجوعہ

نائب مدیران

اشرف شاد — وہاب صدیقی

عکاس : الطاف رانا آرٹ : غلام نبی بزمی

بدلِ اشتراک	فی پرچہ	سالانہ	ششماہی
	۵۰ پیسے	۲۵ روپے	۱۳ روپے
ہوائی ڈاک سے :-	۶۰ پیسے	۳۰ روپے	۱۶ روپے

بحرین، کویت — ۶۰ فلس
دوبئی، قطر — ۵، درہم
سعودی عرب — ۱۵ قرش
انگلستان — ۲ شلنگ، ۶ پنس

مقامِ اشاعت

دفتر ہفت روزہ الفتح، ۸۰ ڈی نرسری کمرشل ایریا
پی - ای - سی - ایچ - ایس - کراچی — ۲۹

ایڈیٹر پبلشر ارشاد راؤ - مطبع حقی آرٹ پریس، لیاقت آباد، کراچی

اداریہ

ہم تیار ہیں

مشرقی پاکستان میں حالیہ واقعات پر بھارتی توسیع پسندوں، امریکی اور برطانوی سامراج نے بین الاقوامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے جو براہِ راست مداخلت کی ہے اس سے ایک بار پھر ثابت ہوگیا ہے کہ پاکستانی عوام کے دشمن اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے بے چین ہیں۔ ان ممالک کے ذرائع نشر و اشاعت نے من گھڑت خبروں، بیہودہ پراپیگنڈے اور شرمناک تبصروں میں پاکستان کے بارے میں اپنی حکومتوں کی پالیسیوں کو جس انداز میں بے نقاب کیا ہے، وہ نئی نہیں ہیں۔ پاکستانی عوام ان دشمنوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ انھیں جواب دینے کے اہل ہیں اور بھارتی توسیع پسندوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کرنے کی جرأت رکھتے ہیں۔

ہم پاکستان کے دشمنوں کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ باز آ جائیں۔ پاکستان ۱۲ کروڑ پاکستانیوں کا ہے۔ وہ بیرونی مداخلت کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ بھارتی توسیع پسندوں کو ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ انھیں یاد ہونا چاہیے کہ واہگہ، برکی، ڈیارہ، ہیڈ سلیمانکی، مونا باؤ، سیالکوٹ، چھمب اور جوڑیاں ابھی تک اُن کے سورماؤں کی بزدلی اور پاکستان کی شجاعت کی عکاسی کر رہے ہیں۔

آج پاکستان کے دشمنوں نے متحد ہوکر جو چیلنج دیا ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنی صفوں کو منظم کریں۔ ملک کی سالمیت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔ سامراج کی سازشوں کو ملیا میٹ کر دیں۔ وطن کی حفاظت کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لئے تیار رہیں۔ جارحیت پسندوں، سامراجیوں اور ان کے دلالوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی تیاریاں کریں۔ ہمارا فرض ہمیں ادا کرنا ہے۔ وطن کے لئے، ناموسِ وطن کے لئے، وطن کی سرحدوں کے لئے ۱۲ کروڑ عوام کی ایک عظیم سپاہ کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہیں۔

وقت کی پکار یہی ہے، "سامراج کے خلاف متحد ہو جاؤ۔ سامراجیوں کو اپنی صفوں سے مار بھگاؤ۔ سامراج کے گٹھ جوڑ کا منہ توڑ جواب دو۔"

یہ ہمارا معاملہ ہے، ہم خود نمٹ لیں گے





کسی غیر ملکی طاقت کو مداخلت کا حق نہیں ہے

افضل صدیقی

ہوئے ہیں ملک کے باہر کے دشمنوں نے ہمارا مضحکہ اڑایا ہے۔ مبالغہ آمیز خبروں اور بے بنیاد افواہوں کے ذریعہ پاکستان کی حکومت اور پاکستانی عوام کو بدنام اور رسوا کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں۔ ان دشمنوں میں بھارت ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی بھارتی حکمرانوں نے پاکستان کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور دنیا کی آنکھوں میں یہ کہہ کر دھول جھونکنے کی کوشش کی کہ پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے اس پر ہمیں تشویش ہے۔ عالمی رویہ کو پاکستان کے خلاف کرنے کے لئے بھارتی ریڈیو اور اخبارات نے فتنہ انگیزی کی مہم شروع کردی۔ فوری طور پر لوک سبھا کا ہنگامی اجلاس بلایا گیا اور اس میں سردار سورن سنگھ اور دوسرے کانگریسی لیڈروں نے پاکستان کے خلاف خوب خوب جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ آل انڈیا ریڈیو نے نمک مرچ لگا کر پاکستان کے حق میں کے خلاف خبریں گھڑ گھڑ کر سنانی شروع کیں۔

بھی ساتھ ساتھ نشر کرتا ہے کہ پاکستان میں سنسر شپ ہونے کے باعث تفصیلی خبریں نہیں مل رہی ہیں۔ اس اعتراف کے بعد بھارتی ریڈیو اور اخبارات کا اطلاعاتی ذریعہ کونسا ہو سکتا ہے؟ وہ صرف بے پر کی افواہ سازی کا کارخانہ اور پاکستان کو بدنام کرنے کی سرکاری مشینری ہی ہے۔ جس کا اولین فرض حقائق کو چھپا کر اشتعال انگیزی اور دروغ گوئی تماشا ہے۔ ایک دنیا یہ جانتی ہے کہ ڈھاکہ میں پاکستان میں کسی جگہ بھی آل انڈیا ریڈیو کا کوئی نامہ نگار نہیں ہے۔ یہاں سے جو غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں کے نمائندے خبریں اور مراسلے بھیجتے ہیں۔ وہ مارشل لا کے ضابطے کے مطابق حکام سے سنسر کرائے بغیر روانہ نہیں کر سکتے۔ پھر بھارتی ریڈیو اور اخبارات کو خبریں کہاں سے مل جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سب من گھڑت اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن ۲۵ اور ۲۶ مارچ کی درمیانی شب کو گرفتار کیا جا چکا تھا۔ مگر آل انڈیا ریڈیو نے ان کی طرف سے خود ایک بیان گھڑ کر نشر

کے اغوا اور تباہی کے واقعہ میں پاکستان کو ملوث کرنے کے لئے کی تھیں۔ اس واقعہ کو بہانہ بنا کر بھارت نے اپنے علاقوں پر سے پاکستانی طیاروں کی پرواز بند کردی جو ابھی تک بند ہے۔ گویا اس نے نہایت نازک وقت پر مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان فاصلے کو دگنا کردیا تاکہ دونوں علاقوں کے لوگ ایک دوسرے سے اور زیادہ دور ہو جائیں اور پاکستان کو کثیر مالی نقصان اٹھانا پڑے۔ یہ دشمن ملک پاکستان کے حالات کو بگاڑنے کے لئے اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے ہمیشہ اختیار کرتا رہا ہے۔ اس کے برخلاف بھارت کے کسی اندرونی معاملہ میں پاکستان نے کبھی مداخلت نہیں کی۔ متنازعہ فیہ معاملوں کے بارے میں بھی پاکستان کا ہمیشہ یہ رویہ رہا کہ باہمی بات چیت اور افہام و تفہیم کے ذریعہ انہیں طے کرلیا جائے۔ پاکستان کے ساتھ بھارت کے رویئے کا علم ساری دنیا کو ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بعض دوسرے ممالک بھی بھارتی جھوٹ کو سچ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

حالیہ سیاسی واقعات کے بارے میں برطانوی ریڈیو بی بی سی، ریڈیو آسٹریلیا، زاہدان ریڈیو اور وائس آف امریکہ بھی اس انڈیا ریڈیو اور بھارت کے دیگر جھوٹے ذرائع اطلاعات کے حوالے سے اشتعال انگیز خبروں کو ہوا دیتے رہے اور شاذ و نادر ہی ریڈیو پاکستان کے حوالے سے کوئی خبر سنائی بی بی سی کو دنیا بھر میں ثقہ نشریاتی ادارہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس دفعہ اس نے بھی اپنی صحافتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو بالائے طاق رکھ کر پاکستان کے خلاف مشتعل طور پر زہر اگلنا اپنا شعار بنائے

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں

سیاسی الجھنیں

سرمایہ داروں نے پیدا کی ہیں

کارروائی میں تاخیر ہوگئی مگر دنیا پر یہ ثابت ہوگیا کہ پاکستان کی بقاء اور سلامتی چاہنے والوں اور اس ملک کو ایک رکھنے والوں کی تعداد اس کو تقسیم کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اقتدار کو لوٹ کا مال نہیں سمجھا جا سکتا۔

جمہوریت کی منزل دور ضرور ہوگئی اور اجارہ دار سرمایہ داروں کے استحصال کا شکار ہونے والے غریب اور نادار عوام کی جدوجہد بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔ لیکن یہ حقیقت کھل سامنے آگئی کہ مشرقی پاکستان کے عوام کا استحصال کرنے والے مغربی پاکستان کے عوام نہیں تھے۔ بلکہ وہ محدود اور مخصوص طبقہ اور خواجگی پیشہ افراد ہیں جنھوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کو اپنے ذاتی مفادات کے لئے یکساں طور پر استعمال کیا ہے یہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ مظلوم کون ہے اور ظالم کون، غدار کون ہے اور وطن دوست کون۔

لیکن یہ سارا ہمارا اپنا قومی معاملہ ہے۔ اپنے قومی مسائل کو ہم خود بخوبی حل کر سکتے ہیں۔ کسی غیر ملکی طاقت کو ہمارے داخلی معاملات میں ٹانگ اڑانے کا حق نہیں پہنچتا۔ دیکھا بھی گیا ہے کہ جب بھی ہمارے ملک پر کوئی ابتلا کا وقت آیا ہے۔ جب کبھی ہم سنگین بحران سے دوچار

خوش حال پاکستان کے لئے عوام کو خود راستے صاف کرنے ہوں گے

ریڈیو کے ہر بلیٹن کی پہلی خبر پاکستان کے خلاف سنائی گئی۔ اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ بھارتی اخبارات کے مخالفانہ تبصرے بھی بار بار نشر کئے جاتے رہے۔ دریائے ہگلی میں کھڑے ہوئے جہاز سے نشریات شروع کردی گئیں۔ اور خبر یہ اڑائی گئی کہ مشرقی پاکستان کا خفیہ ریڈیو اسٹیشن قائم ہوگیا ہے۔ یہ سلسلہ حکومت پاکستان کے شدید احتجاج کے باوجود جاری ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ریڈیو اپنا یہ اعتراف

کردیا۔ بھارت نے ہر ایسے مرحلہ پر پاکستان کے خلاف اشتعال پھیلانے اور عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ معرکہ ستمبر ۱۹۶۵ء میں فتوحات کی جھوٹی خبریں اسی طرح نشر کی گئی تھیں۔ جن کی تردید حقائق خود کرتے رہے۔ اسی طرح عالمی رائے عامہ نے بھارت کی ان کوششوں کو بھی مسترد کردیا جو اس کے انڈین ایئر لائنز کے ایک طیارے

آمریت کے شکنجے میں کسے ہوئے یونان کی یاس بھری آواز

نئے غلام پیدا نہ کرو

محمود شام

رائٹسو کی اطلاع کے مطابق یونان کی خواتین کی ایک زیر زمین تنظیم نے یونان کی خواتین سے اپیل کی ہے کہ وہ بچے جننا چھوڑ دیں تاکہ نئے غلام وجود میں نہ آئیں۔ اس تنظیم نے ایک اعلان میں جس میں یونان کی "غلام خواتین" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ الزام لگایا ہے کہ ملک پر فوج کے چار سالہ دورِ حکومت نے ملک کو غلامی کے شکنجے میں جکڑ دیا ہے۔ ہمیں یہ بھی چاہیئے کہ ہم اب اپنے بچوں کو دوسرے ممالک کو بھیج دیں اور یونان میں فوجی حکومت برقرار رکھنے تک انہیں وہیں رکھیں۔

جمہوریت کے تصور کے خالق، افلاطون اور سقراط و ارسطو جیسے مفکروں اور فیلسوفوں کی سرزمین سے اٹھنے والی اس آواز میں کتنی یاسیت اور محرومی کا احساس ہے۔ جس سرزمین نے دنیا بھر کو امید اور حوصلوں کے پیغام دیئے، آج وہاں سے اتنی یاس بھری صدا سنائی دے رہی ہے۔ اس آواز سے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یونان سے فوج کا دورِ حکومت کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس طرح کی ایک آواز دو برس پہلے اس وقت سنائی دی تھی جب اس حکومت کے وزیر اعظم کا انتقال ہوا جس کا تختہ فوجیوں نے الٹا تھا۔ وزیر اعظم پاپاندریو کے جنازے میں لاکھوں یونانیوں نے شرکت کی۔ اور جب وزیر اعظم کا تابوت زمین میں اتار دیا گیا تو ایک سیاستدان نے نہایت حسرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ آج ہم نے پاپاندریو کو نہیں جمہوریت کو دفن کیا ہے۔ یہ جمہوریت یونان میں ابھی تک دفن ہے۔ یونان کی فوجی جنتا آج بھی ملک کے سیاہ و سفید پر حکمران ہے۔ ملک میں تحریر و تقریر پر پابندیاں ہیں، ہزاروں طالب علم، مزدور، کسان اور سیاسی رہنما جیلوں میں بند ہیں۔ چار سال کے اس فوجی دور نے ملک میں ایک گھٹن اور حبس کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔

۲۸ مئی ۱۹۶۷ کی بات ہے کہ یونان میں عام انتخابات منعقد ہونے والے تھے۔ یونان پر شاہ کانسٹنٹائن کی حکومت تھی۔ ملک کے نوجوان طبقے میں شاہی حکومت کے خلاف امریکی سامراج کے خلاف سخت نفرت پھیل چکی تھی۔ یونان کی جمہوریت پرست اور محبِ وطن نوجوان ان انتخابات کو سامراج اور اس کی حاشیہ بردار عوام دشمن طاقتوں کی شکستِ فاش بنانے کے لئے سڑکوں اور گلیوں میں نکل آئے تھے۔ اور انھوں نے ببانگ دہل سامراج اور اس کے ایجنٹوں کو للکارا تھا۔ بیرونی دنیا سوچ رہی تھی کہ اب یونان میں عوامی حکومت قائم ہوجائے گی۔ اور عوام کا یہ سیلاب سامراجی ایجنٹوں کو بہا لے جائے گا۔ شاہ کو اپنے تاج و تخت کی فکر تھی، امریکہ کو اپنے مفادات کی تشویش تھی۔ یونان کی عوام دشمن طاقتیں بھی عوام کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب سے لرزہ براندام تھیں اور پھر اس سیلاب کو اس خطرے کو روک دیا گیا

افلاطون اور سقراط کے دیس میں جمہوریت دفن ہوگئی ہے

اس سیلاب کے راستے میں بندوقوں اور ٹینکوں کی دیوار کھڑی کر دی گئی۔ یونان کی مسلح افواج نے شاہ کے حکم پر حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ یونان کی تمام سیاسی پارٹیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یہ قبضہ کیوں کیا گیا۔ یونان کی سلامتی کے لئے۔ یونان کو انتشار اور کمیونسٹ خطرے سے بچانے کے لئے۔ کمیونسٹ خطرہ۔ ہر اس جگہ پیدا ہوجاتا ہے جہاں لوگ روٹی کپڑے کی بات کرنے لگیں، جہاں عوام کی معاشی زبوں حالی پر آوازیں اٹھنے لگیں، جہاں عوام حقوق مانگنے لگیں، وہاں کمیونسٹ خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ اور وہاں ملک کو انتشار سے بچانے کے لئے ایسے اقدامات اٹھانے پڑتے ہیں۔ گھانا، انڈونیشیا میں ایسے ہی حالات میں قدم اٹھایا گیا۔

یونان میں مسلح افواج نے جارج گریورس کی قیادت میں یہ فرض ادا کیا گیا۔ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ بادشاہ کے حکم پر مسلح افواج نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ یہ درست تھا کہ بادشاہ، مسلح افواج اور امریکہ کے مفادات ایک سے تھے۔ لیکن امریکہ دشمن کابینہ توڑنے اور امریکہ دشمن عوام کی آواز دبانے کے بعد اب "بادشاہ" کی کوئی خاص ضرورت نہ رہی تھی۔ اس لئے اب شاہ کانسٹنٹائن فوج کے حکم پر اپنی خوبصورت ملکہ کے ساتھ یونان چھوڑ کر روم چلے گئے۔ پہلے وہ روم کے یونانی سفارت خانے میں مہمان رہے۔ اور وہ کئی ماہ تک فوجی جنتا کے اس وعدے کی تکمیل کا انتظار کرتے رہے کہ ... آنے پر انہیں واپس بلا کر تخت و تاج پیش کر دیا جائے گا۔ اپنی خوبصورت بیوی اور کم سن شہزادے کو وہ اسی آس میں لئے بیٹھے رہے۔ ایک روز یونانی سفارت خانے نے بھی انہیں فوج کے حکم پر کہیں اور منتقل ہونے کے لئے کہا اور شاہ کانسٹنٹائن کسی ہوٹل میں منتقل ہوگئے۔

یوں ان کی رہی سہی آس بھی ختم ہوگئی۔ ادھر فوج یونان پر پوری طرح مسلط ہوگئی۔ ہزاروں محب وطن افراد جیل میں ڈال دیئے گئے۔ سیاسی پارٹیوں کا کوئی نام لیوا تک نہ رہا۔ دنیا بھر میں یونان میں سیاسی رہنماؤں، ادیبوں، اور طالب علموں پر ٹوٹنے والے مظالم کے خلاف آواز بلند ہونے لگی۔ امریکہ نے بھی اپنا آپ چھپانے کے لئے کئی دفعہ یونانی جنتا کی ڈپلومیٹک طور پر مخالفت کی۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ سب کچھ امریکہ کے اشارے پر ہوا تھا۔ یونان "نیٹو" کا رکن ہے۔ امریکہ کا اتحادی۔ امریکی فوج اور یونانی فوج کے درمیان گہرے روابط کے لئے یہی ایک ذریعہ کافی تھا۔ شاہ کانسٹنٹائن۔ امریکہ کے نزدیک عوام کی "شورش" کو دبا نہیں سکتے تھے۔ اس لئے طے کیا گیا کہ مسلح افواج تخت و تاج پر قبضہ کر لیں۔ اور عوام کی اس جدوجہد کا سر کچل دیں جو دو برس سے عوام دشمن طاقتوں کے خلاف کر رہے تھے۔ اس شاہی دور میں یونان کے وزیر اعظم پاپاندریو کو یہ توفیق ہوئی کہ انہوں نے شاہی اختیارات کے ناجائز استعمال کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔ یہ استعفیٰ حسب توقع قبول کر لیا گیا۔ اب مسئلہ آیا دوسری وزارت بنانے کا۔ لیکن دوسری وزارت مستحکم کیسے بن سکتی تھی جبکہ پارلیمنٹ کی ۳۰۰ میں سے ۱۷۱ نشستیں پاپاندریو کی سینٹر یونین پارٹی کے قبضے میں تھیں۔ یہ عوام کے چنے ہوئے نمائندے تھے۔ ان کے خلاف کوئی بھی قدم۔ عوام کے خلاف قدم تھا۔ اس لئے عوام نے اپنی حاکمیت پر اس ڈاکے کے خلاف آواز بلند کی اور کہا کہ یونان کے اصل حکمران عوام ہیں کیونکہ یونان کے کھنڈرات بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔ سقراط ارسطو افلاطون اور دوسرے تمام فلسفی اور دانشور۔ جن سے یونان کو عزت حاصل ہوئی۔ جمہور کی عظمت کا درس دیتے ہوئے ہی ابدی نیند سو گئے تھے۔ ان عظیم انسانوں کے سبق کو دہراتے ہوئے عوام سڑکوں اور گلیوں میں نکل آئے اور مئی ۱۹۶۷ء کے انتخابات کو جمہوریت یا آمریت کا سوال بنا کر انہوں نے پاپاندریو کو اپنی امنگوں، امیدوں اور ولولوں کی علامت قرار دیا۔

پاپاندریو کی متوقع فقید المثال کامیابی سے

باقی صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں

وقت کے کتنے ہی دھاروں سے گزرنا ہے ابھی
زندگی ہے تو کئی رنگ سے مرنا ہے ابھی

کٹ گیا دن کا یہ تپتا ہُوا صحرا بھی تو کیا
رات کے گہرے سمندر میں اُترنا ہے ابھی

ذہن کے ریزے تو پھیلے ہیں فضا میں ہر سُو
جسم کو ٹُوٹ کے ہر گام بکھرنا ہے ابھی

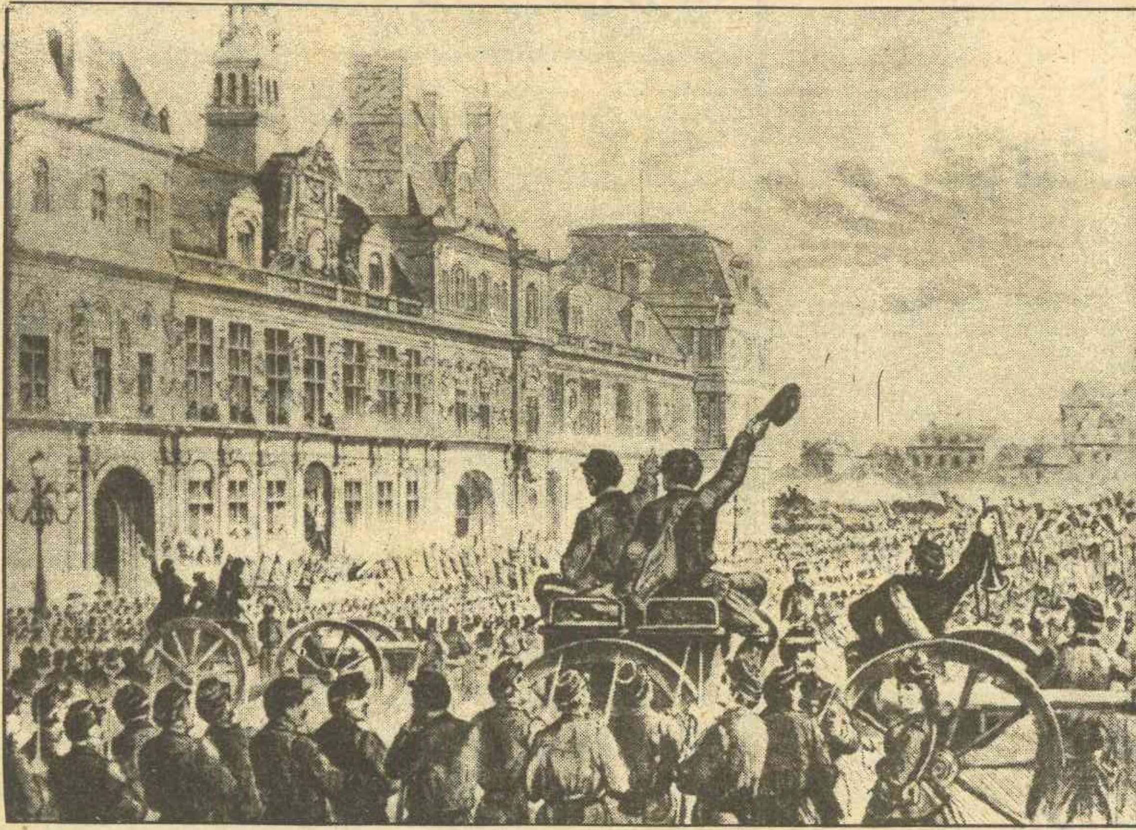
یہ سجے بام، جواں چاندنی، یُوں لگتا ہے
اک ستم اور ترے شہر کو کرنا ہے ابھی

دھیان پرچھائے ہیں اوہام کے سائے کیا کیا
گزرے لمحوں کے ہیولوں کو اُبھرنا ہے ابھی

ایک اک رنگ اُڑا لے گئی بے مہر ہوا
کتنے خاکے ہیں جنھیں شام جی بھرنا ہے ابھی

محمود شام

پیرس کمیون کا آورش نئے تاریخی حالات میں ہر طرف تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے



پیرس کمیون کے انقلابیوں کی مشعل آج بھی روشن ہے

نون - الف

ایک صدی پہلے کی بات ہے' پیرس کی گلیاں، سڑکیں اور بازار انقلابی نعروں سے گونج رہے تھے۔ مزدور اور عوام ہاتھوں میں سُرخ پرچم لئے ہوئے پیرس کی سڑکوں پر مارچ کر رہے تھے۔ پیرس کا ہر چہرہ آنے والے خوشگوار لمحات کے احساس سے دمک رہا تھا۔ صدیوں کے معاشی استحصال سے جھکی ہوئی کمر سیدھی ہو گئی تھی۔ عوام کی گردنوں میں پڑی غلامی اور محکومی کی زنجیریں چھناکے سے ٹوٹ رہی تھیں۔ زنداں کے دروازے کھل گئے تھے۔ بیڑیاں کٹ رہی تھیں اور غلام انسانوں کا انبوہ سُرخ پرچم لہراتے ہوئے آزادی اور انصاف کے ایک نئے راستے پر نکل آیا تھا

پیرس کمیون زندہ باد۔!

پرولتاریہ کی پہلی حکومت زندہ باد۔!

آج سے ٹھیک سو سال قبل پیرس کے انقلابی مزدوروں اور عوام نے مسلح جدوجہد کے ذریعہ پیرس کمیون کی بنیاد ڈالی تھی۔ پیرس کے محنت کشوں نے یہ کارنامہ پرولتاریہ انٹرنیشنلزم کے جذبے سے سرشار ہو کر انجام دیا تھا۔ تاریخ انسانی میں پرولتاریہ کی یہ پہلی حکومت تھی جب بورژوا طبقے کا اقتدار الٹ کر پرولتاریہ کی آمریت قائم کی گئی۔

پیرس کمیون نے رجعت پسند بورژوا حکومت کی پولیس اور فوج کو ختم کر دیا۔ اور ان کی جگہ مسلح عوام نے سنبھال لی۔ محنت کش طبقے کے ہاتھوں میں بندوق آ گئی تھی۔

پیرس کمیون نے اس بورژوا نظام کا خاتمہ کر دیا۔ جس میں نوکر شاہی کا تسلط تھا اور جس کے ذریعہ عوام کو غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا تھا اور اس کی جگہ محنت کشوں کی اپنی انقلابی حکومت قائم کی گئی۔ کمیون قائم کرنے والے کامریڈوں نے پرولتاریہ اور عوام کے مفادات کے تحفظ کے لئے نئی پالیسیاں وضع کیں۔ اور عوام کے ایک بڑے طبقے کو ریاست کا کاروبار چلانے کے لئے تربیت دی گئی۔

پرولتاریہ کی حکومت کو قائم کرنے اور اسے بالادست بورژوائی دشمنوں سے بچانے کے لئے پیرس کمیون کے جیالوں نے غیر معمولی انقلابی پہل قدمی کا مظاہرہ کیا اور اپنے انقلابی عمل اور بیش بہا قربانیوں سے نسل در نسل عوام کے دلوں کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

پرولتاریہ کی پہلی انقلابی حکومت "پیرس کمیون" کامیاب نہ ہوئی کیونکہ پیرس اور مغرب کا طاقتور بورژوا طبقہ محنت کشوں کے اس انقلابی عمل سے بوکھلا اٹھا تھا۔ پیرس کمیون کو تباہ کرنے کی سازشیں تیز کر دی گئیں۔ بسمارک اور تھیرز لیگ کے قصابوں نے ملٹری کارروائی شروع کر دی اور پیرس کمیون کے انقلابیوں کو خون میں نہلا دیا گیا۔ اس کے باوجود سوشلسٹ تاریخ میں پیرس کمیون کا کارنامہ انمٹ ہے۔ مارکس نے ۱۸ مارچ کی انقلابی تحریک کے بارے میں کہا۔ "عظیم سوشلسٹ انقلاب کی صبح، انسانیت کو ہمیشہ کے لئے طبقاتی تسلط اور غلامی سے نجات دلائی گئی"

پیرس کمیون کو ناکام بنانے کے لئے بورژوا طبقے نے گھناؤنی سازشیں شروع کر دیں۔ فوجی کارروائی تیز کر دی گئی۔ پیرس کی فضا بارود کے دھوئیں سے بوجھل ہو گئی۔ ہر طرف آگ کے شعلے لپکنے لگے۔ اور بندوق کی گولیاں سنسنانے لگیں۔ پیرس کمیون کا سنہرا دور' بورژوا طبقے کی طرف سے پھیلائی گئی جنگ کی خوفناک تاریکی میں غروب ہونے لگا۔

اس وقت کارل مارکس نے کہا "پیرس کمیون کو کچلنے سے تحریک ختم نہیں ہو سکتی۔ تحریک ہمیشہ زندہ رہے گی۔ کیونکہ پیرس کمیون کے اصولوں کو تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اصول ایک بار پھر ابھریں گے۔ اور اس وقت تک

انقلابی اصولوں سے ہٹنے کا مقصد ترمیم پسندی اور اصلاح پسندی ہے

اُبھرتے رہیں گے جب تک محنت کش طبقہ بورژوا طبقہ کی بالادستی سے نجات حاصل نہیں کرلیتا۔"

مارکس نے پیرس کمیون کے جن اصولوں کی نشاندہی کی تھی، اُن اصولوں کا ذکر یہاں بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ان اصولوں کو نظر انداز کرنے سے، پیرس کمیون کا کامیاب انقلاب ناکام ہوا تھا۔ مارکس نے کہا "محنت کش طبقے کا پہلے سے تیار ریاستی مشینری پر قبضہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ریڈی میڈ مشینری بورژوا طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ محنت کش طبقہ کو چاہیئے کہ وہ انقلابی تشدد کے ذریعہ پرانے ریاستی ڈھانچہ کو توڑ دے۔ تباہ کردے، تاکہ پرولتاریہ کی آمریت قائم کرنے کا مقصد پورا کیا جا سکے۔" مارکس نے اس بات کی بھی تعلیم دی "پرولتاری آمریت کے قیام کے لئے پرولتاریہ کی فوج ہونی چاہیئے۔ تاکہ بورژوا طبقے سے کامیاب جنگ کی جا سکے۔ اس کے

پرانے ریاستی ڈھانچے کو ختم کئے بغیر پرولتاری آمریت قائم نہیں ہوسکتی

بغیر انقلابی مقصد کا حصول ناممکن ہے۔"

روسی انقلاب کے عظیم قائد لینن نے بھی پرولتاریہ کی آمریت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا "پرولتاریہ کی آمریت قائم کئے بغیر انقلاب کی کامیابی کا تصور ناممکن ہے۔ انقلابی تشدد پر قائم رہتے ہوئے بورژوا ریاستی مشینری کو توڑ دیا جائے۔ اور پرولتاریہ کی آمریت قائم کی جائے۔"

اس انقلابی اصول سے ہٹنے کا مقصد ترمیم پسندی، اصلاح پسندی اور تراجیت کا شکار رہنا، بورژوا اور ادنیٰ بورژوا کے ہاتھوں میں کھیلنا ہے۔ پیرس کمیون کی ناکامی نے مارکس اور لینن کے اس انقلابی اصول کو صحیح ثابت کر دکھایا۔ پرولتاری انقلاب اور پرولتاری آمریت کے قیام کے بغیر مزدوروں کی حکومت ناکام ہو جائے گی۔

پیرس کمیون کے تقریباً ۴۶ سال بعد عظیم لینن کی رہبری میں روسی محنت کشوں نے مسلح جدوجہد کے ذریعے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کو کامیاب بنایا۔ اور پرولتاری انقلاب اور پرولتاری آمریت کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ لینن نے کہا "قدیم ریاستی ڈھانچے کو توڑنے والے راستے پر چلتے ہوئے پیرس کمیون نے پہلا تاریخی قدم اٹھایا۔ اور سوویتی حکومت نے دوسرا۔"

پیرس کمیون سے ۷۸ سال بعد چیئرمین ماؤ کی قیادت میں چینی کے عوام نے انقلاب برپا کرنے میں فتح حاصل کی۔ چیئرمین ماؤ کی ہدایت کے مطابق دیہی علاقوں میں کام کیا گیا اور بالآخر دیہاتوں سے شہروں کے گرد حصار قائم کیا گیا۔ انہوں نے چینی عوام کو ذہنی اور عملی طور پر تیار کیا۔ اور رجعت پسندوں کی سامراجی حکومت جاگیرداری اور نوکر شاہی سرمایہ داری کے پرانے اور استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا اور اس کی جگہ عوامی جمہوری آمریت یعنی پرولتاریہ کی آمریت قائم کر دی گئی۔ پیرس کمیون کا آدرش نئے تاریخی حالات میں ہر طرف تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے اور دنیا ایک نئی اور انقلاب آفریں تبدیلی کے دروازے پر کھڑی ہے۔

پیرس کمیون کی ناکامی کی بڑی وجہ پرانے ریاستی ڈھانچے کی موجودگی تھی۔ جس سے فائدہ اٹھا کر بورژوا طبقہ پیرس کمیون انقلاب کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن پیرس کمیون کے انقلابیوں نے جو شعل روشن کیا تھا وہ مشعل آج بھی رخشندہ و تابندہ ہے اور اس کی روشنی میں دنیا بھر کے مزدور ایک عظیم پرولتاری انقلاب برپا کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔



سرکاری سپاہیوں نے گھیرے دھوئیں اور آگ کے شعلوں میں اپنی موت کو رقص کرتے ہوئے دیکھا



لاؤس کے حریت پسندوں نے ۱۸ ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا

گزشتہ چند ہفتوں کے دوران ہند چینی کے حریت پسندوں نے امریکی سامراج اور جنوبی ویت نام کی کٹھ پتلی فوج کی اس قدر پٹائی کر ڈالی کہ انھیں بیک وقت سات فوجی اڈوں کو خالی کر کے پسپا ہونا پڑا۔ ان جنگوں میں امریکی سامراج اور ویت نام کی کٹھ پتلی حکومت کے لاتعداد فوجی مارے گئے، سینکڑوں ہیلی کاپٹرز، بمبار طیارے اور بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دی گئیں، جنوبی ویت نام کے ہزاروں بھگوڑے سپاہیوں نے رائفلیں پھینک کر اپنے آپ کو حریت پسندوں کے حوالے کر دیا، اسلحہ اور گولہ بارود کے بڑے ذخیرے جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ حریت پسندوں کے حصے میں کامیابی آئی جبکہ امریکی سامراج کے حصے میں شرمناک شکست کی ذلت۔

لاؤس کے حریت پسندوں کے خلاف گزشتہ ماہ فروری میں کی جانے والی جارحانہ فوج کشی، چند ہفتوں کی مسلسل گھمسان جنگوں کے بعد مکمل شکست پر تمام ہوئی۔ اور امریکی فوج نے لاؤس کی سرحد کے قریب کیسان میں اپنا سب سے بڑا فوجی اڈہ خالی کر دینے کا اعلان کر دیا۔

امریکی سامراج نے لاؤس میں شاہراہ ہوچی منہ کے ذریعے، جنوبی ویت نام، کمبوڈیا اور لاؤس کے حریت پسندوں کو ملنے والی امداد، فوجی کمک اور رسد کی سپلائی کو مسدود کرنے کے لئے بہت بڑا منصوبہ تیار کیا تھا، اور اسی منصوبے کے مطابق شاہراہِ ہوچی منہ کی سپلائی لائن کو کاٹنے کیلئے سامراج اور جنوبی ویت نام کی کٹھ پتلی حکومت نے اپنی پوری فوجی طاقت جھونک دی تھی، مگر سرکاری فوج کو اس مقصد میں شرمناک ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مہم میں آٹھ سو امریکی فوجیوں سمیت حملہ آور فوج کے اٹھارہ ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ شاہراہ ہوچی منہ کے محاذ پر ایک ہزار امریکی فوجی گاڑیاں تباہ کر دی گئیں۔ حریت پسندوں نے پسپا ہونے والی فوج سے پانچ ہزار ہتھیار چھین لئے۔ شمالی ویت نام کے توپ خانے نے زبردست گولہ باری کر کے کیسان کے اڈے میں تباہی پھیلا دی۔ امریکی سپاہیوں نے گھیرے دھوئیں اور آگ کے شعلوں میں اپنی موت کو رقص کرتے دیکھا۔

کمبوڈیا اور جنوبی ویت نام میں بھی حریت پسندوں کی پیش قدمی جاری ہے، گزشتہ ہفتے دارالحکومت نام پنہہ سے صرف چند میل دور حریت پسندوں اور سرکاری فوج میں زبردست جھڑپ ہوئی جس میں سرکاری فوج کو زبردست جانی و مالی نقصانات اٹھانے پڑے۔

ہند چینی میں حریت پسندوں کی پیش قدمی اور امریکی سامراج اور جنوبی ویت نام کی کٹھ پتلی حکومت کی فوج کی مسلسل پسپائی اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ ہند چینی میں سامراج کے چل چلاؤ کے دن قریب ہیں، اور ہند چینی کے حریت پسند آخری اور مکمل فتح کے بہت نزدیک پہنچ چکے ہیں۔

ترکی پر سامراج نواز حکومت کا قبضہ

ترکی کے موجودہ سیاسی افق پر مغرب نواز سیاسی رہنما نہت اِرم کے اچانک نمودار ہونے سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ اس پورے کھیل میں سامراج ایک اہم کردار انجام دے رہا ہے۔

بائیں بازو کی ابھرتی ہوئی عوامی طاقت کو دبانے کے لئے ڈیمرل حکومت کے اقتدار کا تختہ الٹنے کے لئے فوج کو آگے بڑھایا گیا، اور پھر ترکی میں سامراجی مفادات کے تحفظ کے لئے مغرب نواز سیاست داں نہت ارم کو مخلوط وزارت بنانے کی دعوت دے دی گئی۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ڈیمرل حکومت بھی سامراج نواز تھی، ڈیمرل کے دورِ اقتدار میں سیٹو سنٹو کی تجدید کی گئی، ترکی میں امریکی اڈوں کی طاقت بڑھائی گئی اور ترکی میں موجود امریکی فوجیوں کی تعداد میں کسی نہ کسی بہانے سے اضافہ کیا گیا۔

ڈیمرل حکومت کی تباہی محض اس وجہ سے ضروری سمجھی گئی کہ ترکی میں عوامی طاقتیں سر اٹھانے لگی تھیں اور انقلابی طلباء نے "ترک عوامی فوج" کے تحت مسلح جدوجہد شروع کر دی تھی۔ چنانچہ امریکی سامراج کے نزدیک ترکی میں ایک ایسی موثر اور آہنی حکومت کی تشکیل ضروری ہو گئی تھی جو پوری طاقت سے اس عوامی ابھار کو کچل کر رکھ دے جس سے ترکی میں سامراجی مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے۔ ڈیمرل حکومت بائیں بازو کی طاقتوں کو دبانے میں ناکام ہو گئی تھی اور یہی بات اس کی تباہی کا سبب بن گئی۔ فوج نے ڈیمرل حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور اب صدر ثونائی نے نہت ارم کو مخلوط وزارت بنانے کی دعوت دے دی۔

نہت ارم ری پبلکن پیپلز پارٹی کے رہنما تھے اور ۲۷ سال سے اس پارٹی کے ساتھ وابستہ تھے۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی کا شمار ترکی کی بائیں بازو کی سیاسی پارٹیوں میں ہوتا ہے۔ نہت اِرم اس پارٹی میں دائیں بازو کے موقع پرستوں کے سرخیل تھے چنانچہ جیسے ہی صدر ثونائی نے انھیں حکومت بنانے کی دعوت دی، ۲۷ سالہ سیاسی وابستگی پر لات مار کر ایک دم پارٹی سے باہر نکل آئے۔ ان کی اس موقع پرستی سے ری پبلکن پیپلز پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی۔ پارٹی کے سیکرٹری جنرل بلنت سیوت نے نہت اِرم پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔ پارٹی کے بیشتر ارکان نہت ارم کی اس موقع پرستی سے ناراض ہیں۔ سیکرٹری جنرل بلنت سیوت کا کہنا ہے کہ "یہ سارا کھیل امریکی سامراج کے اشاروں پر کھیلا جا رہا ہے، جس کا مقصد بائیں بازو کو تباہ کرنا ہے۔"

ری پبلکن پیپلز پارٹی کے مستعفی سیکرٹری جنرل بلنت سیوت کے اس موقف کی تائید سامراج نواز سیاست دان نہت ارم نے اپنی پریس کانفرنس کی تقریر میں کر دی۔ پریس کانفرنس میں انھوں نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ "وہ نیٹو کے ملکوں اور امریکہ کے ساتھ اچھے اور مضبوط تعلقات قائم کریں گے اور برسر اقتدار آنے کے بعد سب سے پہلے بائیں بازو کی عوامی طاقتوں کو کچلیں گے اور فوجی جرنیلوں کی خواہشات کا احترام کریں گے۔"

ترکی میں اقتدار کی الٹ پھیر اور نہت ارم کو برسرِ اقتدار لانے کی تمام کوششوں میں ملٹری چیف اور امریکی سامراج کی رضامندی شامل ہے۔ یہ تبدیلی ترکی کی سیاسی سطح پر ایک طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ آنے والا طوفان، بائیں بازو کے کتنے سیاسی رہنماؤں، مزدوروں، کسانوں اور انقلابی طلبا کے خون کا بھینٹ طلب کرے گا، اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ یہ ضرور

کہا جا سکتا ہے کہ ترکی میں آنے والے لمحات بائیں بازو کے لیے آزمائشی ہوں گے۔ اور ہمیں اس بات پر بھی مکمل یقین ہے کہ عوامی طاقتیں اس آزمائش میں پوری اتریں گی۔

اِسرائیلی وزیراعظم نے غاصبانہ تسلط کو جائز قرار دیدیا

لندن ٹائمز کو ایک انٹرویو دیتے ہوتے اسرائیلی وزیراعظم گولڈامیئر نے ایسے کسی سمجھوتے کو تسلیم کرنے انکار کر دیا جس میں مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہو۔ گولڈامیئر نے اپنے انٹرویو میں اسرائیل پسندوں کے غاصبانہ تسلط کو جائز قرار دیتے ہوتے کہا۔ "اگر ایسی کوئی تجویز ہمارے ملک کی طرف سے بھی پیش کی گئی تو ہم اسے کسی قیمت پر نہیں مانیں گے۔ اور اسرائیل شرم الشیخ، گولان کی پہاڑیوں اور صحرائے سینا کے بعض اہم علاقوں پر اپنا فوجی تسلط قائم رکھے گا۔"

اسرائیل کی رجعت پسند گال پارٹی انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی سے "NOT A SINGLE INCH" کا نعرہ بلند کر چکی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر ہمارا کوئی عرب ملک اب بھی یہ سمجھتا ہے کہ مشرق وسطیٰ کا کوئی پُرامن تصفیہ نکل آتے گا تو وہ محض خود فریبی میں مبتلا ہیں، ایسی کوئی راہ نہیں ہے جس پر امریکی سامراج، اسرائیلی توسیع پسند اور عرب ممالک اکٹھے چل سکیں۔ دونوں کی راہیں الگ الگ ہیں، دونوں کا مقصد ایک دوسرے سے جدا جدا ہے۔

الاہرام کے مطابق اب اسرائیل کے ساتھ جنگ کے امکانات کے پیش نظر متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر انور سادات نے ۲۴ مقامی گورنروں کو خصوصی اختیارات دے دیے ہیں۔ تاکہ وہ ہنگامی صورت حال سے نمٹ سکیں۔ شام کے سربراہ جنرل حافظ الاسد نے ایک اعلان کے ذریعہ شام اور مصر کی فوج کو اسرائیلی جارحیت سے نمٹنے کے لیے ایک ہی کمان کے تحت دے دیا ہے۔ ادھر فلسطینی حریت پسندوں نے بھی اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں اور انھوں نے واضح



طور پر اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ "ہم لڑ کر ایک ایک انچ زمین واپس لیں گے۔"

مشرق وسطیٰ کے مسائل کا واحد طریقہ' مسلح جدوجہد ہے' امریکی اور اسرائیلی جارحیت کو صرف مسلح جدوجہد کے ذریعے سے کچلا جا سکتا ہے "اس کے علاوہ' کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تو وہ تباہی اور ذلت کی طرف لے جائے گا۔

بھارت میں امریکی سامراج ہار گیا

بھارت کے حالیہ انتخابات میں فرقہ پرست سیاسی جماعت جن سنگھ ہار گئی۔ بھارت کے انتخابات میں ٹاٹا اور برلا ہار گئے۔ سامراج ہار گیا۔ اجارہ داری شکست کھا گئی، ترمیم پسند ہار گئے۔ نمودری پد مات کھا گئے۔ اندرا گاندھی جیت گئیں۔ بھارت کے مزدور جیت گئے۔ بھارت کے کسان جیت گئے۔ بھارت کا بدحال متوسط طبقہ جیت گیا۔

بھارت کے انتخابات ان معنی میں کامیاب ثابت ہوتے کہ فرقہ پرستوں کی نمائندہ جماعت جن سنگھی ہار گئی۔ اجارہ داروں کے سرخیل اور امریکی سامراج کے ایجنٹ ٹاٹا اور برلا ہار گئے۔ لیکن کیا یہ انتخابی نتائج بھارت کے بدحالی اور مظلوم کسانوں اور مزدوروں کے حالات بدل دیں گے۔ بھارت سے امریکی سامراج اور سوشلسٹ سامراج کے منڈلاتے ہوتے منحوس سائے ہٹ جائیں گے۔ اجارہ داری ختم ہو جائے گی رنگ ولانہ قوم پرستی کے جذبات دم توڑ دیں گے۔ فرقہ وارانہ فسادات اب نہ ہوں گے۔ اقلیتوں کی جان و مال کا احترام کیا جائے گا۔ ملک سے افلاس اور غربت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مزدوروں کے روزگار کا تحفظ مل جائے گا۔ کسانوں کو ہل چلانے اور فصل اگانے اور ملک کی خوشحالی میں شریک ہونے کا موقع ملے گا۔ معاشی استحصال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ بیروزگاری دور ہو جائے گی۔ ہر شہری کو بلا امتیاز رنگ و نسل مذہب و ملت، روٹی کپڑا اور مکان میسر آئے گا۔

اگر بھارت کے حالیہ انتخابات سے ان تمام باتوں کی ضمانت ملتی ہے تو بلاشبہ یہ انتخابات مزدوروں اور کسانوں کے حق میں ایک کامیاب مرحلہ ہے۔ اور اگر ایسا کوئی معجزہ محنت کشوں اور کسانوں کی زندگی میں رونما نہیں ہوتا تو بھارتی انتخابات، سراسر فراڈ اور عوام کو فریب دینے کے لئے بورژوا طبقہ کے ہاتھ میں ایک دلفریب مگر مہلک ہتھکنڈا ہے۔

انتخابات کے ذریعہ عوام سے سنہری وعدے تو کئے جا سکتے ہیں، انہیں ان کی زندگی میں اقتصادی اور سماجی انقلاب برپا کرنے کے لئے سبز باغ تو دکھائے جا سکتے ہیں، ان کے اعتماد کو لوٹا تو جا سکتا ہے۔ مگر ان کے دکھوں کا مداوا نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں عملی طور پر خوشحال زندگی تو نہیں دی جا سکتی۔ انہیں ہمیشہ وعدوں پر ٹرخایا جاتا ہے۔ اور اگر وہ بھوک بھوک کا شور زیادہ بلند کرنے لگیں تو گولیوں سے ان کا منہ بند بھی کیا جا سکتا ہے بورژوا انتخابات اسی کو کہتے ہیں۔ اس کے کرامات کچھ یونہی ظہور میں آتے ہیں۔

اس بات کے ثبوت میں یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ کیا آزادی کے بعد سے اب تک بھارت میں ایک آزاد، منصفانہ نام نہاد انتخابات اور تسلسل کے ساتھ ہوتے نہیں آئے۔ کیا ۲۳ سال سے کانگریس پارٹی بھارتی عوام کی قسمتوں کا فیصلہ کرتی نہیں آئی۔ کیا حالیہ انتخابات سے قبل، مسندِ اقتدار پر اندرا گاندھی براجمان نہ تھیں ——؟

اگر وہ اقتدار میں تھیں تو عوام کی خوشحالی میں کتنا اضافہ ہوا۔ بھارت کے محنت کش طبقے اور کسانوں کو جمہوری حکومت کے عادلانہ کاروبار میں کس حد تک شریک کیا گیا۔ کیا بھارت میں مزدور کسان راج قائم کر دیا گیا اور بھارتی عوام کے سارے دکھ دور کر دیئے گئے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو بھارت کے پچھلے انتخابات کی طرح حالیہ انتخابات کے ذریعہ عوام کو ایک بار پھر فریب دیا گیا ہے۔ لیکن ایک دن اس فریب کا پردہ بھی چاک ہو جائے گا۔



’تمام طاقت کا سرچشمہ فدائین ہیں‘

ابو عمر فلسطینی حریت پسندوں کی تنظیم الفتح کی مرکزی کمیٹی کے رکن ہیں۔ انہوں نے یہ انٹرویو تنظیم کے نمائندے کی حیثیت سے دیا ہے۔ ان کا یہ انٹرویو برطانوی کمیونسٹ پارٹی (مارکسی لیننی) کے ماہوار ترجمان "دی ورکر" میں شائع ہوا ہے۔

سوال: فلسطینی انقلاب کے خلاف شاہ حسین نے جو جنگ شروع کی تھی، اس کے بارے میں آپ کا کیا ردعمل ہے؟

ابو عمر: اس جنگ کے ذریعے حریت پسندوں کے خاتمے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ حکومت سے کنفرنٹیشن ہماری اسٹریٹیجی کے خلاف تھی۔ شاہ حسین پر دباؤ ڈالا گیا، خاص طور پر امریکہ نے ہمارے خلاف سازش کا جال پھیلایا۔ اور ایک بڑے حملے کو ناگزیر بنا دیا گیا۔

فدائیوں کی چند کارروائیوں نے بھی شاہ حسین کے لئے ایسا موقع فراہم کر دیا کہ وہ ہم پر حملہ کے منصوبے کو عملی جامہ پہناتے۔ اس بات کا ادراک خود تنقیدی سے کیا جا سکتا۔ ہماری صفوں میں ابھی نظم و ضبط کی کمی ہے، خاص طور پر فوج میں۔ پسے ہوئے عوام کے درمیان یہ ایک قدرتی بات ہے جہاں مسلح فوجی، استحصال کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن فوج میں ایک ایسا حصہ بھی موجود ہے، جو انقلاب سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اور انھیں آسانی سے قریب لایا جا سکتا ہے۔ چند دوسرے گروپ کی کارروائیوں نے بھی کنفرنٹیشن کا جواز پیدا کر دیا تھا مثال کے طور پہ یہ نعرہ کہ "تمام طاقت کا سرچشمہ فدائین ہیں" جب کہ مزاحمت کرنے والے (فدائین) اس کے لئے پوری طرح سے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی اس وقت اقتدار حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ طیارے کے اغوا کے واقعات نے بھی اس معاملے کو الجھا دیا اور شاہ حسین کو مداخلت کرنے کا موقع دیا۔

اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود کہ کنفرنٹیشن کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔ ہم جنگ کی ابتدا اپنی جانب سے نہیں کرنا چاہتے تھے۔ فوجی نقطۂ نظر سے یہ بات ہمارے لئے خطرناک تھی، کیونکہ ہماری طاقت کا بیشتر حصہ شہروں میں تھا، خصوصاً عمان میں۔ اور ہم دفاعی پوزیشن میں تھے۔ شمال میں تو ہماری کارروائی کی نوعیت کہیں زیادہ دفاعی ثابت ہو سکتی تھی۔

ہمیں سب سے زیادہ تعجب مسلح فوج کے انتہائی خوفناک حملے پر ہوا۔ بڑے پیمانے پر حملہ کیا گیا تھا۔ بدوؤں سے کہا گیا تھا کہ وہ جتنا لوٹنا چاہیں لوٹ لیں۔ شلنگ کی بارش تھی، لوٹ مار قتل و غارت گری اور عصمت دری کی کھلی چھٹی دے دی گئی تھی۔ ہماری ساری کارروائی دفاعی تھی اور ہمارے مقابلے پر تین طاقتور دشمن تھے۔ ہمارے پاس اتنے وسائل اور فوجی طاقت نہ تھی کہ ہم تین دشمنوں کا بیک وقت مقابلہ کرتے ہوئے انھیں کچل دیتے اور نہ ہی ہمارے دشمن اس پوزیشن میں تھے کہ ہماری طاقت کو مکمل طور پر تباہ کر دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری جنگی کارروائی ایک خاص نقطہ پہ پہنچ کر رک گئی۔



فلسطینی بچوں نے بھی مادر وطن کی آزادی کے لئے ہتھیار اُٹھائے ہیں

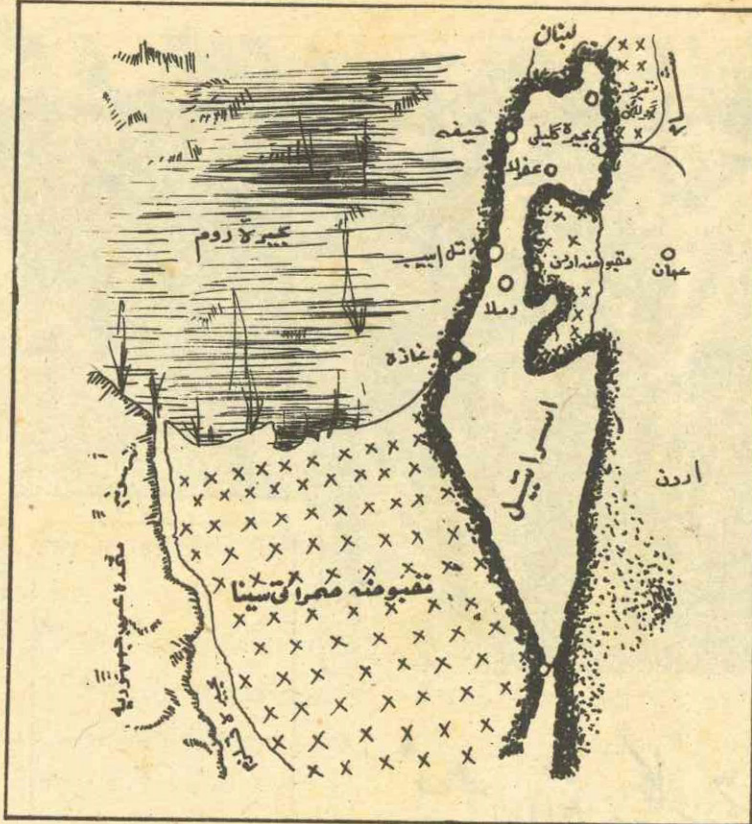


"ہمارے دشمن ہمیں مکمل طور پر تباہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے"

اس کے آگے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ معاہدہ قاہرہ ہوا اور شاہ حسین کو اپنے موقف سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ وقتی طور پر جنگ کے مہیب سائے ٹل گئے۔

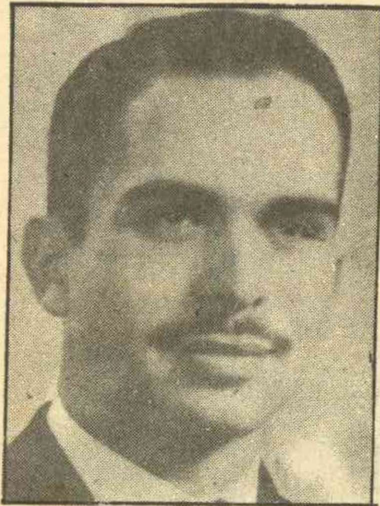
لیکن پولیس کی جارحانہ کارروائیاں اب بھی جاری ہیں۔ ہم پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ ہم شاہ حسین کے موقف کو تسلیم کر لیں اور شہری علاقے خالی کر دیں دوسری صورت میں ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہم اردن کے مغربی حصہ میں جو پہلے ہی امریکی تسلط میں ہے چلے جائیں۔ لیکن ہم تمام حالات کا تفصیلی جائزہ لے رہے ہیں۔ ہم اپنے مشن اور پروگرام کو فوج اور عوام میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس حالیہ جنگ سے ہمیں ایک بڑا فائدہ ہوا ہے کہ ہمارے عوام متحد ہو چکے ہیں۔ اب فوج کا بڑا حصہ ہماری جنگِ آزادی کی حمایت کر رہا ہے اور انقلابی جدوجہد میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہے۔ ہمارے ساتھ فدائین کی بڑی تعداد ہے ہم ان کی تربیت نہایت منظم طریقے سے کر رہے ہیں۔ تاکہ آئندہ ہم اپنے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کو پوری طرح ختم کر سکیں۔

سوال: آپ یہ کیسے اندازہ کر سکتے ہیں کہ فلسطین آئندہ سوشلسٹ حکومت ہو گا؟



ابو عمرؒ: ہم قومی محاذ آزادی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ہمارا تعلق پرولتاریہ سے نہیں ہے۔ قومی محاذِ آزادی فلسطین کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔ ہماری جنگ سامراج اور توسیع پسندوں سے ہے۔ ہمارا مقصد صرف فلسطین کے عوام کو آزادی اور ان کے بنیادی حقوق دلانا ہے۔ ہم سامراج اور توسیع پسندوں کے خواب کو کبھی پورا نہ ہونے دیں گے۔

ہمیں سامراجی آلہ کار اور اس کی نوکر شاہی کو بھی ختم کرنا ہے جو عرب عوام کے استحصال میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہمیں اس وقت بہت سی مشکلات درپیش ہیں۔ ہمیں عرب عوام کا تعاون درکار ہے۔ کیونکہ اب ہم کھل کر امریکی سامراج اور توسیع پسندوں کے سامنے آگئے ہیں اور ہمیں اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین ہے کیونکہ ہم حق کے لئے لڑ رہے ہیں اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی فتح کے بعد کون سا معاشی نظام رائج کر سکیں گے۔ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ محاذ آزادی جس مشن پر کام کر رہا ہے ابھی اس مشن کی تکمیل میں کافی وقت لگے گا۔ اور اس مرحلہ پر ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ہمارا معاشی نظام کیا ہوگا۔ اور ریاست کی نوعیت کیا ہوگی مثال کے طور پر ابھی ویت نام میں قومی محاذ آزادی کے حریت پسند بھی اس مرحلے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ویت نام ایک سوشلسٹ ملک ہوگا۔ ہمیں بھی بہت سی مشکلات کا سامنا ہے اگر عرب عوام متحد ہو جائیں اور ہم ان پر اپنی سرگرمیوں



شاہ حسین نے بدوؤں کو لوٹ مار اور قتل و غارتگری کی کھلی چھوٹ دے دی تھی

کو پوری طرح واضح کر دیں تو ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم ایک سیاسی معاشی پروگرام پیش کر سکیں ویسے امریکی سامراج اور اسرائیلی توسیع پسندوں کے خلاف ہماری مسلح جدوجہد کا لازمی نتیجہ سوشلزم ہے۔ فی الحال تو ہم فرنٹ کے وفادار ہیں۔ اور ہمیں فلسطین کو غلامی کے پنجہ سے چھڑانا



بیروت میں فلسطینی فدائین نے اردنی سفارتخانے کا محاصرہ کر لیا



فدائین کی مسلح جدوجہد کا لازمی نتیجہ سوشلزم ہے



امریکی سامراج اپنے مالی خسارے کو چھپانے کے لئے مصنوعی خوشحالی کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔

ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سرزمین عرب کے عوام متحد ہو جائیں اور اپنی سرگرمیوں کو کامیابی کے ساتھ پھیلائیں۔

سوال :- عرب میں فلسطینی مہاجروں کو جو مشکلات درپیش ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

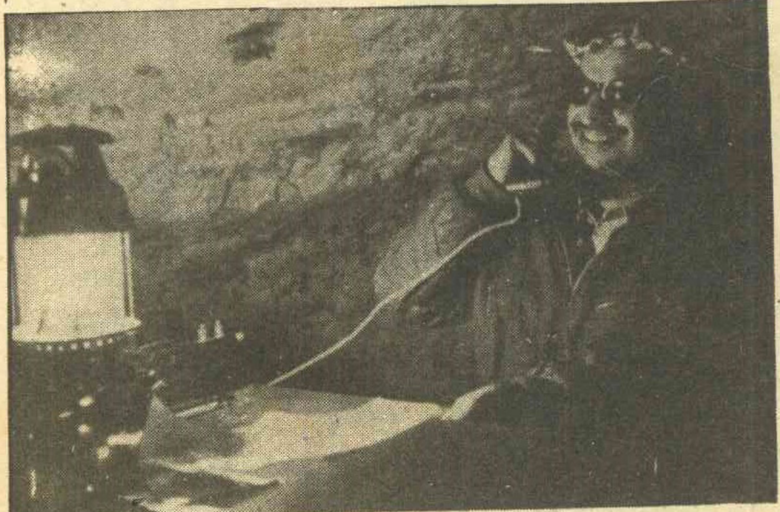
ابوعمر :- عرب مہاجروں کی امداد کے لئے دوست ممالک ہمارا پورا پورا ساتھ دے رہے ہیں خصوصاً چین ان مہاجروں کی آبادکاری میں ہم سے بھرپور تعاون کر رہا ہے۔ چین کی مالی اور اخلاقی امداد بے حد اہمیت رکھتی ہے۔

سوال : جیسا کہ برطانوی اخباروں کا کہنا ہے کہ عوامی جمہوریہ چین انتہا پسند گروپ کی پوری پوری امداد کرتا ہے مثال کے طور پر قومی محاذ آزادی فلسطین۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوعمر :- یہ بالکل غلط ہے۔ اب تک چینی امداد کا زیادہ تر حصہ حریت پسند تنظیم الفتح کو دیا جاتا رہا ہے اور چین سے الفتح کا رابطہ ۱۹۶۵ء سے رہا ہے اور اب تک جو امداد دی جاتی رہی ہے وہ مرکزی کمیٹی کی جانب سے تمام انقلابی تنظیموں کو دی جاتی ہے۔ البانیہ سے بھی ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ چند ماہ پیشتر ہمارا ایک وفد البانیہ گیا تھا۔ اور حال ہی میں خواتین کا ایک وفد البانیہ کے دورے سے واپس ہوا ہے۔

سوال :- لندن کی ایک ٹریڈ یونین کی صوبائی کمیٹی نے حال ہی میں ایک قرارداد پاس کی جس میں فلسطینی عوام کی جدوجہد کی ضمانت کا یقین دلایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ویت نامی حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کی گئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ برطانیہ کی یہ پہلی ٹریڈ یونین ہے جس نے فلسطینی عوام کی جدوجہد آزادی میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اس قرارداد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوعمر :- ہم اس قرارداد کی اہمیت سے آگاہ ہیں۔ اور اس کے بہتر نتائج کی توقع رکھتے ہیں



الفتح کے سربراہ یاسر عرفات

امریکہ میں بھی سامراج کا جنازہ نکل جائیگا

امریکی سامراج نے افرو ایشیائی ملکوں میں جارحیت کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس پر اسے ہر سال کروڑوں ڈالر کے اخراجات برداشت کرنے پڑ رہے ہیں خصوصاً جنوب مشرقی ایشیا کی جنگوں میں تو اسے ہر سال ایک بھاری رقم مخصوص کرنی پڑتی ہے اس کے سالانہ بجٹ کا مالی خسارہ خطرناک حد تک پہنچ گیا ہے۔ امریکی سامراج اپنے مالی خسارے کو چھپانے کے لئے مصنوعی خوشحالی کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے ملک کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے دوسری جنگ عظیم سے اب تک مالی خسارے کی رقم ۱۱۰ ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ دس سال کے خسارے کا بجٹ حسب ذیل ہے۔

سالانہ بجٹ	رقم (امریکی ڈالروں میں)
۱۹۶۳ء	۴ ارب ۷۰ کروڑ (خسارہ)
۱۹۶۴ء	۵ ارب ۹۰ کروڑ (〃)
۱۹۶۵ء	۱ ارب ۶۰ کروڑ (〃)
۱۹۶۶ء	۳ ارب ۸۰ کروڑ (〃)
۱۹۶۷ء	۸ ارب ۸۰ کروڑ (〃)
۱۹۶۸ء	۲۵ ارب ۲۰ کروڑ (فاضل)
۱۹۶۹ء	۳ ارب ۲۰ کروڑ (خسارہ)
۱۹۷۰ء	۲ ارب ۹۰ کروڑ (〃)
۱۹۷۱ء	۱۸ ارب ۶۰ کروڑ (خسارہ سرکاری تخمینہ کے مطابق)
۱۹۷۲ء	۱۱ ارب ۶۰ کروڑ (بجٹ خسارہ)

۱۹۶۹ء کا فاضل بجٹ اس صورت میں پیش کیا گیا کہ جانسن حکومت نے انفرادی اور کارپوریشن سرچارج میں ۱۰ فیصد کا اضافہ کر دیا۔ جس سے ۱۹۶۹ء میں ٹیکسوں کی صورت میں ۱۰ ارب کی آمدنی ہوئی۔ اور ۳ ارب ۲۰ کروڑ فاضل دکھایا گیا۔

امریکی سامراج کو ہند چینی میں فوجی مہم کو جاری رکھنے کے لئے ہر سال اربوں ڈالروں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اپنی ضرورت کارپوریشن اور نجی ٹیکسوں میں اضافہ کر کے پوری کرتا ہے۔ امریکی عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں جب آمدنی ٹیکسوں میں ۱۰ فی صد کا اضافہ کیا گیا تو امریکی حکومت کے خلاف پورے امریکہ میں طوفان امڈ آیا تھا جسے روکنے کے لئے امریکی حکومت کو طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرنا پڑا تھا۔ اس سے عوام میں امریکی حکومت کے خلاف نفرت بڑھ گئی۔ امریکی سامراج کی اس مہم پسندی کے خلاف عوام میں بڑھتی ہوئی نفرت جب مسلح جدوجہد کی صورت میں پھوٹ نکلے گی تو دنیا بھر کے علاوہ امریکہ سے بھی سامراج کا جنازہ نکل جائے گا۔ اور پوری دنیا کے عوام سکھ چین کا سانس لیں گے۔

پھیلی ہے ہر اک گو

جاپان کی ساتو حکومت
امریکی سامراج کے ہا

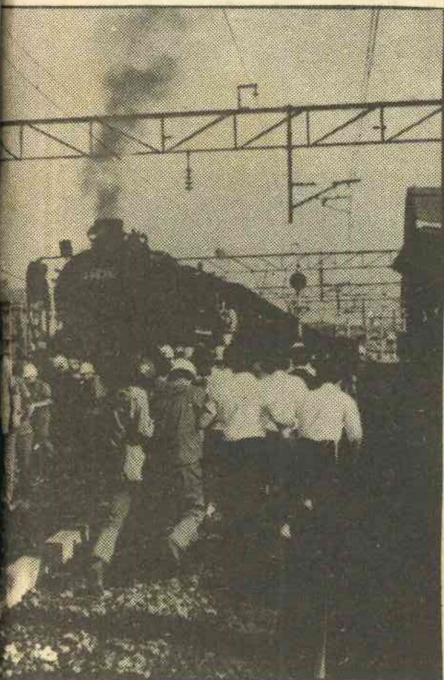


یہ بات ایک عجوبہ سے کم نہیں کہ جنگ عظیم دوم میں امریکی سامراج سے جس ملک کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا وہ جاپان تھا - امریکی سامراج نے نوآبادیوں کی بندر بانٹ کی اس جنگ میں ہیروشیما اور ناگاساکی کی بے گناہ آبادی پر ایٹم بم پھینک کر تاریخ کا جو سب سے بڑا جرم کیا تھا اس کے نتیجے میں لاکھوں بے گناہ جاپانی عوام جل کر راکھ ہو گئے - آج اسی ملک کی حکومت ایشیا میں امریکی سامراج کی سب سے بڑی دلال بن گئی ہے - چین کے خلاف فوجی حصار کی امریکی پالیسی ہو یا ہند چینی میں امریکی سامراج کی بربریت جاپان کی حکومت نے جاپانی عوام کی مرضی کے خلاف جاپان کو امریکہ کا ایک مضبوط فوجی اڈہ بنا دیا ہے - جاپان کے جزیرہ اوکی ناوا پر امریکہ نے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کا ذخیرہ کر رکھا ہے - اور اسی اڈے سے امریکہ کے بی - ۵۲ بمبار اور لڑاکا طیارے ہند چینی پر حملے کرتے ہیں پچھلے سال اوکی ناوا کے امریکی اڈے پر زہریلی گیس پھٹ جانے کا جو واقعہ پیش آیا تھا اس کی وجہ سے جاپانی عوام میں امریکی سامراج کے خلاف نفرت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا - ہزاروں مسلح جاپانی عوام نے بائیں بازو کی مارکسسٹ پارٹیوں کی قیادت میں اوکی ناوا پر دھاوا بول دیا اور پولیس سے دست بدست لڑائی کی -

جاپان کی ساتو حکومت نے جاپانی عوام کے غیض و غضب سے گھبرا کر امریکہ سے اوکی ناوا کا اڈہ خالی کرنے کا مطالبہ کیا ہے - لیکن یہ مطالبہ صرف عوام کا غصہ کم کرنے کی ایک چال تھی - ورنہ موجودہ ساتو حکومت اور اس کے بھائی بندوں کی موجودگی میں اوکی ناوا کے اڈے کو خالی کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - اور نہ ہی امریکی مفادات کے خلاف جاپان کوئی اقدام کر سکتا ہے - اس کے برعکس جاپانی حکومت امریکی سامراج کے اشارے پر فارموسا پر قابض امریکی پٹھو چیانگ کائی شیک سے مل کر چین اور شمالی کوریا کے علاقوں میں معدنی وسائل کی تلاش کے پروگرام پر عمل میں مصروف ہے جاپانی حکومت نے چیانگ کائی شیک سے مل کر "سمندری ترقیات کی مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی" کے نام سے فارموسا اور اس کے قریبی جزیروں ٹیالو، ہوانگ وی، پی وی، نان سیاؤ، پی سیاؤ اور دوسرے جزیروں میں جو عوامی جمہوریہ چین کی ملکیت ہیں - معدنی وسائل اور عوامی جمہوریہ چین اور شمالی کوریا کے سمندری علاقوں میں تیل کی تلاش کا کام زور شور سے شروع کر دیا گیا ہے - اس طرح جاپان اور چیانگ کائی شیک گٹھ جوڑ کے ذریعہ امریکی سامراج کو عوامی جمہوریہ چین اور شمالی کوریا کے علاقوں میں لوٹ کھسوٹ کا براہ راست موقع مل جائے گا - یہ منصوبہ بحقیقت میں عوامی جمہوریہ چین اور شمالی کوریا کے علاقائی حدود میں براہ راست دخل اندازی ہے جس کا مقصد ان ملکوں کو مشتعل کر کے تیسری جنگ کے لئے حالات سازگار بنانا ہے -

چینی اور شمالی کوریا کے علاقوں میں معدنی دولت کی تحقیق کا کام پچھلے کئی برسوں سے جاری تھا امریکہ نے تیل کی تحقیق کے لئے چیانگ کائی شیک

ظلبا



ایک ٹرین امریکی اسلحہ لے کر جا رہی تھی - جاپان کے انقلا

جاپان کے انقلابی عوام نے اوکی ناوا کے اڈے پر دھاوا بول دیا

۱۹۷۰ء میں جاپانی عوام نے ساتو کے دورۂ امریکہ کو رکوانے کے لئے جاپان کے آٹھ سو مقامات پر زبردست مظاہرے کئے - شمال میں ہکیدو سے لے کر جنوب میں اوکی ناوا تک مظاہرین نے لوہے کی سلاخوں اور پیٹرول کی بوتلوں کو ہتھیار بنا کر آنسو گیس سے مسلح لٹھ بردار پولیس کا مردانہ وار مقابلہ کیا - ٹوکیو میں لاکھوں شہریوں نے پچیس ہزار مسلح پولیس کا گھیرا توڑ کر جگہ جگہ مظاہرہ کیا - شنجکو ریلوے اسٹیشن پر عوام نے رات بھر مسلح پولیس سے مقابلہ کیا - کئی پولیس گاڑیاں اور سرکاری عمارتیں جلا دیں - چھ گھنٹے تک برقی ٹرینوں کا نظام سارے ملک میں معطل رہا - سیادہ ہفتہ میں تقریباً چار ہزار طلبا نے ریلوے اسٹیشن اور ایک پولیس چوکی کو آگ لگا دی -

اوکاسا میں ترقی پسند طالب علموں نے اوساکا ریلوے اسٹیشن کے سامنے پولیس سے زبردست مقابلہ کیا اور ایک دن اور ایک رات تک اسٹیشن پر قابض رہے - اوکی ناوا میں امریکی فضائیہ کے مرکز کاڈیبغا پر حملہ بول دیا - جہاں بی - ۵۲ بمبار ہوائی جہاز رکھے جاتے ہیں -



...ت جاپانی کھلونے کی طرح ...ھوں میں کھیل رہی ہے

... ایم۔ اے

سے باضابطہ علاقہ حاصل کرلیا ہے۔ امریکہ جاپان اور چیانگ کائی شیک کے درمیان ہونیوالے ان سامراجی معاہدوں کو، کوئی اہمیت نہیں۔ چینی اور کوریائی عوام ان معاہدوں کو ردی کے ٹکڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ جاپان کا برسراقتدار ساتو ٹولہ نہ صرف فارموسا کی آڑ میں چین کی معدنی دولت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ بلکہ چین کے ایک اہم جزیرے "ٹیاٹیو" پر بھی اپنا قبضہ جمانے کی کوشش کررہا ہے پچھلے دنوں جاپان کے وزیر خارجہ نے اس جزیرے پر اپنی ملکیت کا دعویٰ سرکاری طور پر کیا تھا۔ جاپان کے محکمۂ دفاع کے ڈائرکٹر جنرل یاسو ہیرو ناکاسون نے اپنے نقشوں میں ان جزیروں کو اپنی ملکیت کے طور پر شامل کرتے ہوئے انہیں انتہائی فوجی اہمیت کے حامل قرار دیا تھا۔ حالانکہ یہ تمام علاقے زمانۂ قدیم سے چین کی ملکیت تسلیم کئے جاتے ہیں۔

جاپانی حکومت جاپانی کھلونوں کی طرح امریکہ کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ اگرچہ امریکی سامراج اپنی پٹھو حکومتوں کو مالی امداد دے کر ان کی بگڑتی ہوئی معیشت کو سہارا دینے کی کوشش کررہا ہے لیکن سرمایہ دارانہ نظام

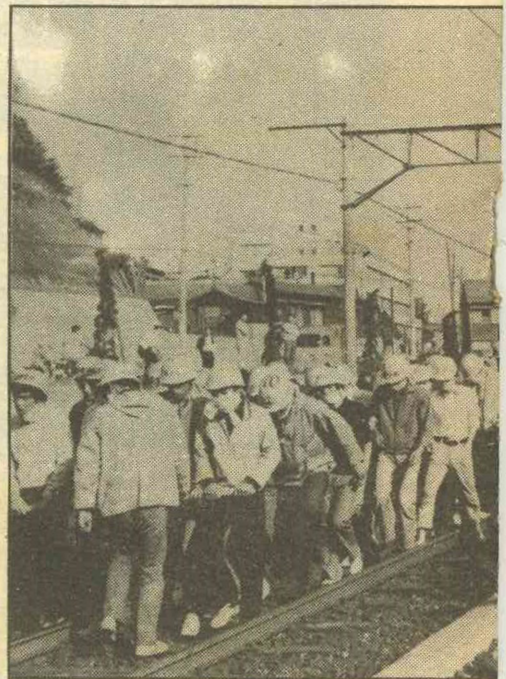
معیشت کے اندرونی تضادات نے جاپانی معیشت کو تباہی کے کنارے لاکھڑا کردیا ہے ۱۹۷۰ء کے دوران جاپان کی صنعتی پیداوار میں حیرت انگیز کمی ہوئی ہے۔ مثلاً لوہا، فولاد، آٹو موبائل اور ٹیکسٹائل کی صنعتوں میں صرف ماہ ستمبر اور اکتوبر کے دوران پیداوار میں دس فی صد کمی ہوگئی ہے۔ مشین سازی کی بعض بڑی کمپنیوں میں تو یہ کمی ۲۰ سے ۳۰ فیصد تک پہنچ گئی ہے تمام بنیادی ضرورتوں کی اشیاء کی پیداوار میں جہاں اتنی شدید کمی واقع ہوئی ہے، وہیں ٹویوٹا کاروں کی پیداوار متعینہ ٹارگٹ یعنی ایک لاکھ سے بڑھ کر ایک لاکھ پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ جبکہ ٹیکسٹائل انڈسٹریز میں ۶۰ فیصد تک پیداوار کم ہوگئی ہے۔ ملک کی غیر یقینی معاشی صورت حال کے پیش نظر ذخیرہ اندوزی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے (صرف نومبر ۱۹۷۰ء میں لوہے اور فولاد کے اسٹاک میں پانچ ملین ڈالر کا اضافہ ہوا ہے۔ فیڈریشن آف اکنامک آرگنائزیشن جاپان کے ہیڈکوارٹر سے جاری ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۶۹ء کے مقابلے میں STOCK PILE میں دس فی صد کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ۱۹۷۱ میں اس سے زیادہ کا امکان ہے۔

جاپان کی حکومت کے لئے تجارتی برآمدات سب سے بڑا درد سر بنی ہوئی ہے۔ جاپانی معیشت کی ترقی کا زیادہ انحصار بیرونی تجارت پر ہے لیکن جاپان کی برآمدات جو پہلے ہی کم تھی پیداوار کی گرتی ہوئی شرح سے بھی گھٹ گئی ہے۔ ماہ نومبر کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ اکتوبر کے مقابلے میں اس ماہ برآمدات میں بارہ فی صد کمی ہوگئی ہے۔ خاص طور پر امریکی سامراج سے جاپان کی تجارت میں ۴٪ کی کمی واقع ہوئی ہے۔ امریکہ سے جاپانی تجارت میں کمی کا جاپانی معیشت پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ امریکہ کے تیار مال کے جاپان میں ڈھیر لگ گئے ہیں۔ اور امریکہ میں جاپانی مال کی درآمد پر پابندیاں زیادہ سخت کردی گئی ہیں۔ خصوصاً ٹیکسٹائل، لوہے، فولاد، ٹیلی ویژن، ریڈیو سیٹ وغیرہ کی درآمد پر بہت زیادہ پابندیاں لگادی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں امریکہ کی نسبت زیادہ سستی ہوتی ہیں۔ ان اشیاء کی درآمد سے امریکی مال کے لئے مقابلہ بڑا سخت ہوجاتا ہے۔

معیشت کے عدم توازن کے نتیجے میں افراط زر جاپانی حکومت کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔ افراط زر کی وجہ سے اشیاء صرف کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اوسطاً ۸ فی صد کا اضافہ ہوا۔ غذائی اشیاء کی قیمتوں میں یہ اضافہ پندرہ فی صد تک پہنچ گیا ہے۔ یہ اضافہ پچھلے پانچ سال میں سب سے زیادہ اضافہ ہے۔ ساتو حکومت اس معاشی ابتری سے بدحواس ہوچکی ہے۔ چنانچہ ۱۷ نومبر ۱۹۷۰ء کو جاپانی حکومت نے کاغذی سکہ میں ۲۰ فیصد مزید اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جاپانی عوام کا خیال ہے کہ گردش کرنسی میں اتنے بڑے اضافے سے معاشی صورت حال بہتر ہونے کے بجائے اور زیادہ بدتر ہوجائے گی۔ جاپانی معیشت کی اس ابتری کے نتیجے میں ۳۰ کروڑ ۹۹ لاکھ یان کے سرمایہ سے قائم ہونیوالی NEW COMMEDITY PAPULARIZATION SOCIETY بند کردی گئی۔ کیونکہ ۱۹۷۰ء کے آخر تک یہ کمپنی ۴۳ سو ملین یان کی مقروض ہو چکی تھی۔ جاپانی اخبارات کی اطلاع کے مطابق ۱۹۷۰ء کے آخر تک ۹۵۰۰ کارخانے بند ہوچکے تھے۔

جاپان کی اس معاشی بدحالی کی ساری ذمہ داری جاپان کے برسراقتدار ساتو ٹولے پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سامراج نواز ٹولے نے جاپانی معیشت کو امریکی پالیسیوں سے منسلک کرکے اپنے تیار مال کی منڈیوں کو محدود کر لیا ہے۔ ادھر امریکی سامراج جاپان کی پٹھو حکومت کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں



...محنت کش اُسے روکنے کے لیے ریلوے لائن پر کھڑے ہوگئے

وہ ۳۵ کروڑ روپے سالانہ اپنی نجی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں

شیخ زیاد ایک منٹ میں

پانچ لاکھ روپے کے چیکوں پر دستخط کرتے ہیں



وقائع نویس

ہمارے ملک میں عرب ریاستوں کے شیوخ کی امارت اور عیاشی کی داستانیں بہت عام ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے یہ شیوخ جو تیل کے ذخائر کے باعث امریکہ و برطانیہ کے راک فیلروں اور فورڈوں کی صف میں شمار ہونے لگے ہیں۔ ہیرے اور موتیوں میں تلتے ہیں۔ پیسہ ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ اور اس لونڈی کے عوض وہ دنیا کا تمام تر حسن اپنے دامن میں سمیٹنے کی قوت رکھتے ہیں۔ ابوظہبی دنیا میں سب سے زیادہ فی کس آمدنی ۶ ہزار ڈالر سالانہ رکھنے والا ملک ہے۔ ابوظہبی کے موجودہ حکمران شیخ زیاد نے چار سال قبل اپنے بھائی شیخ شیخبوط کا تختہ الٹ کر حکمرانی حاصل کی تھی۔ اور اس چار سال کے اندر اس نے اپنے برطانوی ماہرین سے مل کر اس چھوٹی سی صحرائی ریاست کو بیسویں صدی کی ایک جدید ترین مملکت بنانے کے سلسلے میں متعدد تبدیلیاں کی ہیں۔ گزشتہ ماہ یہاں مشہور بین الاقوامی ہوٹل ہلٹن بھی کھلا ہے۔ جس نے ابوظہبی کو غیر ملکی سیاحوں کے لئے ایک پرکشش مقام بنا دیا ہے۔

لیکن یہاں دولت کی ریل پیل اس وقت نہیں تھی جب تیل دریافت نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں ابوظہبی اسمگلروں کی جنت تھی۔ شیخ رشید المخدوم یہاں کا حکمران تھا اور یہاں اس نے اسمگلروں کا کلیرنگ ہاؤس بنا رکھا تھا۔ اس وقت کا حکمران شیخ رشید کہا کرتا تھا "ہمارے یہاں مسجدیں، شراب خانے اور جیلیں تین بنیادی ضرورتیں ہیں۔ جنہیں عبادت کرنی ہے وہ مسجدوں کا رخ کر سکتے ہیں۔ جنہیں شراب پینی ہے ان کے لئے شراب خانے کھلے ہیں۔ اور جو زیادہ پینے کی عادت میں مبتلا ہیں ان کے لئے زنداں خانے تعمیر کر دیئے گئے ہیں۔"

شیخ زیاد سے پہلے شیخ بٹ نے ریاست کے تیل سے ہونے والی آمدنی کو ریاست کی ترقیات پر استعمال کرنے کے بجائے صرف اپنے حرم میں محصور کر رکھا تھا۔ شیخ زیاد اس معاملے میں اپنے پیشرو سے زیادہ ترقی پسند نکلے۔ وہ تیل کی اس آمدنی میں سے دس کروڑ ڈالر سالانہ اپنی ریاست کے صحرا کو گل و گلزار بنانے میں صرف کرتے ہیں۔ اتنی ہی رقم وہ اپنی مسلح افواج کے اخراجات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ان کے ذاتی اخراجات ہیں۔ ذاتی اخراجات کے لئے ان کے پاس سالانہ سات کروڑ ڈالر مخصوص رہتے ہیں۔ یہ رقم پاکستان کے تقریباً ۳۵ کروڑ روپے کے مساوی ہے۔ اور یہ رقم بہت سے چھوٹے ملکوں کا کل سالانہ بجٹ ہوتی ہے۔

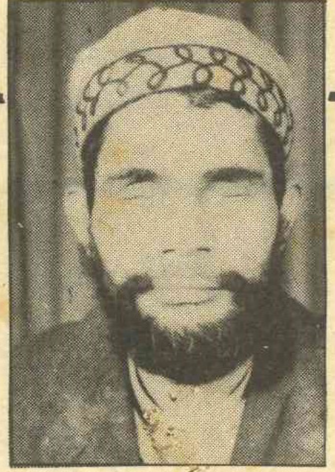
شیخ زیاد کا ریکارڈ ہے کہ وہ نصف گھنٹہ سے بھی کم مدت میں تیس لاکھ ڈالر (تقریباً ڈیڑھ کروڑ پاکستانی روپے) کے چیکوں پر دستخط کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک منٹ میں پانچ لاکھ روپے کے چیک پر دستخط کرنے والے شاید دنیا کے سب سے زیادہ خرچیلے حکمران ہیں۔

ایک امریکی صحافی جو شیخ زیاد کا انٹرویو لینے ابوظہبی پہنچا تھا بڑے تحیر کے عالم میں شیخ کے دربار کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:

"شیخ ایک گدیلے نرم صوفے پر فروکش تھا۔ تقریباً ایک سو فٹ لمبے کمرے میں۔ شیخ کے گرد درباریوں کا ہجوم تھا جو بہت مؤدب اور سہمے ہوئے اپنی اپنی شکایتوں کے پلندے بغلوں میں دبائے بیٹھے تھے۔ ان کے کاندھوں پر شکارے بیٹھے تھے جنہیں وہ ایک ہاتھ سے سہلاتے۔ اور کبھی اپنی آستین سے اپنی ناکیں رگڑتے تھے۔ اچانک کھانے کا سگنل ہوا اور وہ سب کے سب کھانے کی کمروں کی طرف چل دیئے۔ کھانے کی طویل میز پر بڑے بڑے تھالوں میں گوشت اور چاول سجا ہوا تھا۔ انہوں نے شاہی کھانا ہاتھوں سے کھایا جبکہ شیخ اور اس کے وزیروں نے کھانے کے لئے چھری کانٹوں کا استعمال کیا اور اسی دوران شیخ زیاد نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ ہمارے ہاں جاگیرداری دم توڑ چکی ہے۔"



ایوب خاں کے بیٹے نے
ایک نابینا آدمی کی زمین پر قبضہ کر لیا



تاج محمد

اُسے بنگلے پر بلوا کر دھمکیاں دی گئیں اور مجبور کیا گیا کہ وہ مقدمہ واپس لے لے

نمائندہ الفتح

ایوب خاں کے شہزادوں کے ظلم و ستم کی کہانیاں اب منظر عام پر آنے لگی ہیں۔ ایک آمرانہ شکنجے میں برسوں تک کے رہنے والے لوگ جنہوں نے اس سہمی ہوئی فضا میں بڑی گھٹن والے دن گزارے ہیں۔ اب ان بدعنوانیوں کے خلاف سینہ سپر ہو رہے ہیں۔ ایک ایسی ہی کہانی ہم تک پہنچی ہے جو بڑی دلگداز ہے۔ یہ ایک نابینا شخص کی داستان ہے، جس کے تصرف میں تھوڑی سی زمین تھی لیکن ایوب خاں کی صدارت کے دور میں ان کے صاحبزادے نے اس تھوڑی سی زمین کو بھی کسی دوسرے کے تصرف میں نہ رہنے دیا اور اس پر اپنا قبضہ حاصل کر لیا۔

اس سلسلے میں ایک صاحب نے جو تفصیلات بھیجی ہیں ان کے مطابق تاج محمد نابینا ساکن گوجرہ داخلی تربیلا کے خاندان کی ۹ کنال اور ۱۲ مرلے اراضی موضع پانڈک نزد سنٹرل جیل ہری پور (ہزارہ) میں واقع تھی۔ یہ زمین تاج محمد کے رشتے کے ایک چچا محمد افضل کی تھی جو انتقال کر چکے ہیں۔ یہ زمین تاج محمد کو مل گئی تھی۔ محمد افضل نے اس زمین میں سے ۹ مرلے زمین شاہ ولی ولد جعفر علی تنولی، ساکن افضل آباد سنٹرل جیل کالونی ہری پور ہزارہ کو بیچی تھی۔ اسی اثنا میں ایک سابق پٹواری شہزادہ خاں اور خوشحال خاں ترین سابق پانڈک تحصیل ہری پور ہزارہ نے سابق صدر ایوب کے بیٹے شوکت ایوب کے اشارے پر تمام اراضی ایک شخص شاہ ولی کے نام ٹرانسفر نمبر ۱۳۰۷ کے تحت منتقل کر دی۔

اس کھلی ہوئی دھاندلی کے خلاف تاج محمد نابینا اور اس کے بھائی منظور احمد نے جو تربیلا میں گوشت کا کاروبار کرتے ہیں دعویٰ دائر کر دیا۔ چنانچہ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے شہزادہ محمد نے ۵ کنال اور کچھ مرلے زمین ۱۵ ہزار روپے عوض شوکت کے نام کر دی۔ اس وقت ایوب خاں صدر تھے شوکت ایوب کا بال بیکا کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ انہوں نے جیسا چاہا ایسا کرایا۔ منظور احمد کے باپ کو جسے مرے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا زندہ ظاہر کیا۔ منظور احمد اور تاج محمد صدیوں سے تربیلا کے گاؤں گوجرہ میں رہ رہے ہیں، لیکن ان کی رہائش جیل کالونی ہری پور میں ظاہر کی گئی۔ ان تمام دھاندلیوں کے باوجود منظور اور تاج محمد سینہ سپر رہے۔ اور اس ناانصافی کے خلاف سراپا احتجاج بنے رہے تو منظور احمد کو بنگلے پر بلوا کر دھمکیاں دی گئیں اور مجبور کیا گیا کہ وہ مقدمہ واپس لے لیں۔

منظور احمد اور تاج محمد کے پاس اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ حکام بالا کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ لہٰذا انہوں نے صدر یحییٰ کے نام اپنی درخواست میں ظلم و ستم کی یہ کہانی بیان کی ہے اور انصاف طلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی گورنر سرحد، چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، ڈپٹی کمشنر ہزارہ، ایبٹ آباد، ڈسٹرکٹ جج ہزارہ کو اس درخواست کی نقلیں بھی بھیجی ہیں۔

کتابوں پر تبصرہ

تبصرے کے لئے دو کتابیں بھیجنا ضروری ہیں



ا۔ ص

اقتصادی مسائل اور ان کا حل

شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں

مصنف: طفیل احمد قریشی

صفحات: ۹۷

قیمت: چار روپے پچھتر پیسے

ناشر: انسائیکلوپیڈک کارپوریشن آف پاکستان - فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ - کراچی

انسائیکلوپیڈک کارپوریشن آف پاکستان نے اسلامی موضوعات پر تصانیف کی اشاعت کا باقاعدہ پروگرام شروع کر رکھا ہے طفیل احمد قریشی کی یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے - شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ جیسے مفکر کی اقتصادیات کے بارے میں آرا کی روشنی میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے - شاہ صاحب مرحوم نے بھی سماج کی معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے اور اسلامی مساوات کی بنیاد پر اقتصادی مسائل حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے - آج کے دور میں جبکہ عوام کا طبقاتی شعور بیدار ہو چکا ہے - یہ فکر ہر ایک کو پریشان کئے دے رہی ہے - کہ اسلام کا معاشی فلسفہ کیا ہے - اور وہ برائیاں کس طرح دور کی جا سکتی ہیں - جن کی بدولت ہمارے معاشرے میں سرمائے کی پرستش کا نظام نفوذ کر چکا ہے -

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مختلف تصنیفات میں اس مسئلہ پر اپنے جن افکار کی وضاحت کی ہے انہیں اس کتاب میں یکجا کرنے کی کامیاب سعی کی گئی ہے - شاہ صاحب کا اپنا ایک منفرد انداز بیان ہے جو خاصا دقیق ہے - اسے سمجھنے کے لئے بھی فلسفہ و منطق کی تعلیم ضروری ہے طفیل احمد قریشی نے ان افکار اور فلسفیانہ اصطلاحات کی بڑی آسان اور سادہ زبان میں وضاحت کی ہے - شاہ صاحب نے امداد باہمی کی ضرورت پر زور دیا ہے اور ایسے معاشی اداروں کو ختم کرنے کی تلقین کی ہے جن سے بغیر محنت کے دولت پیدا ہو اور یہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو کر رہ جائے - طفیل احمد قریشی نے ان افکار اور فلسفیانہ اصطلاحات کی بڑی آسان اور سادہ زبان میں وضاحت کی ہے - کتاب خوب صورت ٹائپ میں سفید کاغذ پر بڑے سائز میں چھپی ہے اس کے مطالعہ سے معاشی الجھنوں کو سمجھنے اور انہیں دور کرنے کے لئے رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے -

اسلامی سوشلزم کیا ہے؟

مصنف: مجتبیٰ فاروقی

صفحات: ۱۲۸

قیمت: ۲ روپیہ

ناشر: مکتبہ فروغ سنت رسول اسلامی سوشلزم کراچی

اسلامی سوشلزم کی اصطلاح سب سے پہلے حضرت قائداعظمؒ نے استعمال کی تھی - اور ان کے بعد قائد ملت لیاقت علی خاں اور محترمہ فاطمہ جناح نے بھی اسے اپنایا - مگر جب پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے پارٹی پروگرام کی اساس اس اصطلاح پر رکھی تو کٹھ ملاؤں اور دائیں بازو کے دوسرے لیڈروں نے اسلامی سوشلزم کو کفر اور الحاد قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا - حالانکہ سوشلزم اور اسلام دونوں کو اسلامی اصولوں اور شعائر کی وضاحت کے لئے یکجا کیا تھا - یہ کوئی نئی روایت نہیں تھی بلکہ اس کی جڑیں چودہ سو سال پرانی ہیں -

لیکن سرمایہ داری کے بڑھتے ہوئے طوفان نے اس کے خدوخال دھندلا دیئے تھے جناب مجتبیٰ فاروقی نے اپنی اس کتاب میں اسلامی سوشلزم کے خطوط کو اس طرح جامع انداز میں واضح کیا ہے کہ اس پر دریا کو کوزے میں بند کرنے کی مثل صادق آتی ہے - انہوں نے ۹۹ قرآنی آیات اور ۵۴ احادیث نبویؐ کی مدد سے اسلامی سوشلزم کے خدوخال نمایاں کئے ہیں - اور یہ واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے یہ اصطلاح ایسی نہیں ہے جس کے استعمال پر کفر کے فتوے لگائے جائیں - بلکہ یہ پروگرام کتاب و سنت ہی کے مطابق ہے سوشلسٹ معیشت اسلامی اقدار کے منافی نہیں - مجتبیٰ فاروقی کی اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے اجتماعی بھلائی کا وہ نصب العین ابھر کر سامنے آ جاتا ہے جسے سرمایہ دارانہ نظام کے غلبہ کی وجہ سے فراموش کیا جا چکا ہے -

انھوں نے دنیا کا بہترین ادب اپنی فلموں میں پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا

عامرہ الٰہی

وحید مراد کا شمار ہماری فلمی صنعت کے تعلیم یافتہ اور ذہین لوگوں میں ہوتا ہے - بحیثیت ایک فلمساز اور اداکار کے جو مقبولیت انہوں نے بہت تھوڑے عرصے میں حاصل کی - وہ یقیناً قابل رشک ہے - فلمی صنعت کی روایت کے برعکس وحید مراد نے اپنی فلمی سرگرمیوں کے آغاز کے لئے فلمسازی کے میدان کو منتخب کیا - اور دو فلمیں بنانے کے بعد وہ اداکاری کی طرف متوجہ ہوئے - وحید مراد کی خوش قسمتی تھی کہ ان کی اداکاری کے انداز نے نئی نسل کو متاثر کیا - اور فلمی صنعت سے دلچسپی رکھنے والے بہت سے لوگوں نے وحید مراد سے کافی توقعات وابستہ کیں - خود وحید کو بھی اس کا احساس تھا - اور اس احساس کا اظہار انہوں نے ایک انٹرویو میں کیا - وحید نے فلموں کے روایتی رومانی ہیرو سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ دنیا بھر کے کلاسیکل ادب کو اپنی فلموں میں پیش کرنے کے خواہشمند ہیں - اور یہ کہ جب کبھی وہ مالی اعتبار سے اس قدر مستحکم ہو گئے کہ اس نوعیت کے تجربے برداشت کر سکیں وہ یہ قدم ضرور اٹھائیں گے -

اس انٹرویو کو شائع ہوئے ایک عرصہ گذر چکا ہے اس دوران دولت، عزت اور شہرت ان کے قدم چومتی رہی - وحید مراد مسلسل فلموں میں اسی رومانی ہیرو کا کردار ادا کرتے رہے - جس کے بارے میں انہوں نے بیزاری کا اظہار کیا تھا -

فلم بینوں کی ایک بڑی تعداد ابھی تک اس انتظار میں ہے کہ دیکھیں وحید صاحب کب کسی مشہور عالمی کہانی کو فلم کے قالب میں ڈھالنے کا اعلان کرتے ہیں - وحید نے اس دوران اپنا فلمسازی کا کاروبار بھی جاری رکھا - اور ارمان، احسان، سمندر اور نصیب اپنا اپنا پروڈیوس کیں - لیکن ارمان جیسی مقبولیت کسی دوسری فلم کو نصیب نہ ہو سکی - احسان اور نصیب اپنا اپنا کی کہانیاں کسی حد تک عام ڈگر سے ہٹ کر ضرور تھیں - مگر ان فلموں میں بھی ان تمام لوازمات کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی تھی جن کے بغیر ایک پاکستانی فلم مکمل نہیں ہوتی -

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ وحید مراد ایک کامیاب فلمساز اور مقبول اداکار کی حیثیت سے اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ فلم بینوں کی توقعات پوری کر سکیں - جس کا اظہار انہوں نے مذکورہ انٹرویو میں کیا تھا - لیکن وحید صاحب شاید کاروباری نقطہ نظر کی بنا پر اس انٹرویو کو بھلا چکے ہیں - اور ان دنوں اپنی زیر تکمیل پنجابی فلم مستانہ ماہی کی فلم بندی میں مصروف ہیں - یہ وحید کی پہلی پنجابی فلم ہے - اس فلم کے بارے میں ہم فی الحال کچھ نہیں کہنا چاہتے - کیونکہ یہ تو فلم کی نمائش کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ وحید صاحب نے اس فلم میں عام پنجابی فلموں سے ہٹ کر کوئی چیز پیش کی ہے - یا وہ بھی اس بھیڑ چال میں شریک ہو گئے ہیں - ہم تو صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وحید صاحب اب وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ دنیا کے بہترین ادب کو فلموں میں پیش کر سکتے ہیں -

کامریڈ اِن آرمز

شفیق فاروقی

کوریا اور چین کے اشتراک سے بنائی جانے والی فلم "کامریڈ ان آرمز" کوریا اور چینی عوام کی مشترکہ جدوجہد آزادی پر پھیلائی ہوئی تصویر ہے۔ جس میں ایشیا میں سامراجی جارحیت اور بربریت کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ کوریا اور چین کے مجاہدوں کی یہ ناقابل فراموش داستان، ایشیا، افریقہ اور دنیا کے تمام لوگوں کے لئے جدوجہد آزادی کا پیغام ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ جنوبی کوریا پر قابض ہو گیا اور وہ اپنی بے جا طاقت کے استعمال کے بل بوتے پر پورے ایشیا پر مسلط ہونے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ امریکی سامراج نے اپنے اس خواب کو پورا کرنے کے لئے تمام کوریا کو پھر اپنے قبضہ میں لانے کے لئے سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا۔ تاکہ کوریا میں پرچم نے کے بعد چین پر باآسانی حملہ کر سکے۔ اس منصوبے کے تحت امریکہ نے ۲۵ جون ۱۹۵۰ کو عوامی جمہوریہ کوریا اور چین کی سرحد پر واقع زرد دریا تک پہنچ گئے۔ اس موقع پر چین کے عظیم رہنما چیئرمین ماؤزے تنگ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے چینی عوام کو سامراج کی تمام عیارانہ چالوں سے آگاہ کیا اور انہیں اپنے ہمسایہ حکومت کوریا کے حریت پسند مجاہدوں کی رضاکارانہ امداد کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ چینی رضاکاروں کو کوریا اور چین کے مشترکہ دشمن کے خلاف زرد دریا عبور کر کے کوریا کے مجاہدوں کے ساتھ شانہ بشانہ لڑنے کی ہدایات جاری کیں۔



اپنے دیس کو سامراجیوں کے چنگل سے آزاد کرانے کے بعد جشنِ فتح میں

چیئرمین ماؤزے تنگ کا یہ بروقت فیصلہ کوریا اور چینی عوام کی عظیم دوستی کی بہترین مثال ہے۔

ماں اپنے بچوں کے لئے کھانا پکانے کی بجائے محاذ جنگ پر روانہ ہو گئی

اس جنگ میں کوریائی مجاہدوں کے ساتھ چینی عوام کی قربانیاں بھی شامل ہیں۔ چینی مجاہدوں کی اس خونی داستان نے کوریا اور چینی عوام کے درمیان ایک اٹوٹ رشتہ قائم کر دیا اور اسی عظیم دوستی کا اظہار "کامریڈ ان آرمز" ہے۔ یہ حقیقی کہانی جس میں کوریا اور چین کے مجاہدوں کے ہاتھوں امریکی سامراج کی عبرتناک شکست دکھائی گئی ہے۔

اس فلم کے پہلے منظر میں کوریائی اور چینی رضاکاروں کے اعلیٰ عہدیداروں کا مقبوضہ فوجی قلعے ریون جو بانگ جو پہاڑ کی چوٹی پر دکھایا گیا ہے پیشقدمی کی تفصیلات پر غور کر رہے ہیں۔ اس میں کوریا کے حریت پسند فوج کے کمانڈر کم ریانگ اور چینی رضاکاروں کے لیڈر ریوچی کانگ بھی شریک ہیں۔ یہ دونوں سربراہ کوریا اور جاپان کی جنگ میں بھی ایک محاذ پر ساتھ رہ چکے ہیں۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کم ریانگ اور یوچی کانگ کی نگرانی میں مجاہد اور رضاکار دستوں کو ریون جو بانگ پر پیش قدمی کریں۔

کم ریانگ اور ریوچی کانگ اپنے دستوں کو لے کر ریون جو بانگ کے قریب ایک دیہات میں داخل ہوتے ہیں۔ ریون جو بونگ کے قرب و نواح میں آباد دیہاتی ان کا پرجوش استقبال کرتے ہیں اور اسلحہ کی بار برداری میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ کم ریانگ یوچی کانگ کو اپنے گھر لے آتا ہے جہاں ریانگ کی ماں اس کو اپنے بیٹے کی طرح پیار کرتی ہے اور ایک قمیص جو اس نے اپنے بیٹے کے لئے تیار کی تھی اس کو پہننے کو دی۔ یوچی کانگ بھی اس کی عزت اپنی ماں کی طرح کرتا جب ریانگ محاذ پر جانے کے لئے تیار ہوا تو وہ گاؤں سے کچھ مرغیاں خریدنے گئی تاکہ اپنے بیٹوں کی ضیافت کر سکے۔ لیکن جب وہ واپس گھر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ کم یارنگ اور یوچی کانگ محاذ پر جا چکے ہیں چنانچہ وہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے محاذ کی سمت روانہ ہو جاتی ہے۔ کافی دور چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ دشمن کے



یو اپنے مورچے سے دشمن پر گولیاں برسا رہا ہے



میدانِ کارزار میں دو جیالے ساتھی کم اور یو

گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، بمباری ہو رہی تھی لیکن وہ اپنے زخمی دوست کو سہارا دے رہا تھا

طیارے مجاہدوں کے دستے پر جھپٹ رہے ہیں وہ ایک چٹان کی اوٹ لے کر دیکھتی ہے کہ دشمن کی شدید بمباری سے راستہ بالکل تباہ ہو گیا ہے چاروں طرف آگ اور دھوئیں کے مہیب بادل چھا گئے ہیں۔ رضاکار دستے تیزی کے ساتھ زخمی مجاہدوں کو پیچھے لا رہے ہیں اور کچھ لاشیں اٹھانے میں تیزی سے مصروف ہیں۔

کم ریانگ نے دیکھا کہ دشمن کی شدید بمباری سے راستہ میں بڑے بڑے غار بن گئے ہیں اور مجاہدوں کو آگے بڑھنے میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے چنانچہ اس نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ وہ متبادل راستہ اختیار کر کے چوٹی تک پہنچیں اس کی ایک ٹانگ بری طرح زخمی ہو چکی تھی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری دشمن کی جارحانہ کارروائیوں میں شدید اضافہ ہو گیا تھا۔ چاروں طرف بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی اور دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ریانگ شدید بمباری میں گر کر رہ گیا تھا

دوسری سمت یوچی کانگ متواتر دشمن کی فوج پر دباؤ ڈال رہا تھا اور دشمن پر گرنیڈ اور گولیوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ریانگ زخمی ہو گیا۔ وہ فوراً ریانگ کے قریب پہنچا اور اس کو محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔ اس اثنا میں گاؤں کے دیہاتی بھی مجاہدوں کی کمک کو پہنچ گئے اور زخمیوں کی طبی امداد اور اسلحہ کی باربرداری میں پرجوش طریقے پر انجام دے رہے تھے۔ ان کے چہروں پر کسی قسم کے خوف کا نشان تک نہ تھا۔ وہ ہر خطرے سے بے پرواہ تھے۔

اس امدادی جماعت کم ریانگ کا باپ کم پاک ہان تھا اور اس کی ماں کو شنگ نوہ بھی شریک تھی۔ وہ زخمیوں کو اسٹریچر پر لاد لاد کر پیچھے لاتے لیکن کم پاک ہان قریب ہی ایک بم پھٹنے سے بری طرح زخمی ہو گیا اور گر پڑا۔ کم ریانگ کی ماں کو شنگ نوہ فوراً اس کے قریب جا کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یوچی کانگ کو اور اس کے ساتھی کو کم پاک کی موت کی اطلاع پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ وہ کم پاک اور اپنے شہید ساتھیوں کے خون کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ

اُنہوں نے کوریا کی سر زمین کی ایک ایک انچ کی حفاظت کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا

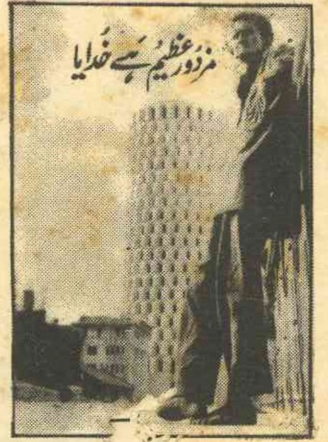
دشمن کی بربریت کا انتقام لے کر رہیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ چین کے عوام نے امریکی سامراج کے نہتے شہریوں پر حملے کی شدید مذمت کی اور زبردست مظاہرے کئے۔

امریکہ نے ایشیا میں فضائی برتری حاصل کرنے کی غرض سے کوریا پر لاتعداد فضائی حملے کئے اور کوریا کی سرزمین پر لاکھوں ٹن لوہا بکھر گیا جو امریکہ نے بموں کی صورت میں کوریا میں استعمال کئے لیکن کوریا کے بلند ہمت مجاہدوں اور چینی رضاکار دستوں نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ انہوں نے کوریا کی سرزمین کی ایک ایک انچ کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک داؤ پر لگا دیا۔ وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر آگے بڑھتے ہیں۔ دشمن کی شدید گولہ باری سے آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔ ان کے پاس اسلحہ کی کمی ہے اور ساتھ ہی وہ پانی کی کمی بھی محسوس کرتے ہیں لیکن وہ تمام اندیشوں سے بے پرواہ دشمن کے مورچوں پر اپنے ماہرانہ انداز میں گرنیڈ پھینکتے وہ دشمن کے طیاروں کی شدید بمباری کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دشمن کے مورچوں میں گھس کر دشمن کے سینوں میں اپنی سنگینوں کو اتار دیتے ہیں اور اپنی رائفل کے دستہ سے دشمن کی کھوپڑیاں اڑا دیتے ہیں اور انہیں ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں اس تین دن کی گھمسان کی جنگ میں دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ امریکی سامراج کو کوریا کے مجاہدوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست ہوئی اور اسے بڑا جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا

اور امریکہ کو کوریا کے ان علاقوں کو بھی خالی کرنا پڑا جو دوسرے جنگ عظیم کے بعد سے امریکہ کے قبضے میں تھے۔ اسے کوریا کے فوجی معاہدہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ کوریا کے جیالے مجاہدوں نے چینی عوام کے اشتراک سے امریکی سامراج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑا اور امریکی سامراج کے قدموں کو ہمیشہ کے لئے اکھاڑ کر پھینک دیا ملک کی بقا، کے لئے بے مثال قربانیاں دیں۔ آخر میں فتح ان کی ہوئی اور تمام مقبوضہ علاقوں پر کوریا کا پرچم لہرا رہا ہے۔

اس فلم کے ایک منظر میں دکھایا گیا ہے کہ جنگ کے دوران کوریا اور چینی مجاہدوں کے دستے دشمن فوجوں پر آگ برساتے ہوئے چوٹی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ چاروں طرف ریت اور دھوئیں کے بادل چھائے ہوتے ہیں۔ امریکی فضائیہ کے طیاروں سے آسمان چھپا ہوا تھا۔ ان کی تمام کوشش یہ تھی کہ وہ کسی طرح ان حریت پسندوں کے دستوں کو منتشر کر دیں لیکن کوریا اور چین کے رضاکار محبت اور خلوص کے جذبہ سے سرشار ایک چٹان بن کر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ یوچی کانگ نے دیکھا کہ کم ویونگ مسلسل دشمن کے مورچوں پر گرنیڈ پھینک رہا تھا کہ اس کے قریب ایک گولہ آ کر گرا وہ فوراً کم ویونگ کو زمین پر لیٹا ہوا آ گیا اور گولے کے پھٹتے ہی یوچی کانگ بری طرح زخمی ہو گیا لیکن اس نے کم ویونگ کو بالکل بچا لیا۔ یہی نہیں بلکہ چینی رضاکار دستوں نے کوریا کے مجاہدوں کا پوری طرح ساتھ دیا اور ہر محاذ پر بے جگری سے دشمن کے سامنے ایک چٹان ثابت ہوئے۔ انہوں نے کوریا کی سالمیت اور بقاء کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی جیسے وہ اپنے وطن کی خاطر دشمن کے مقابلے پر آ گئے ہوں تمام خطروں سے بے نیاز جوانمردی کے ساتھ یون جو یونگ کو امریکہ کے قبضہ سے آزاد کرا لیا اور کوریا کا پرچم لہرا دیا اور آخر میں کوریا کی عظیم خاتون کو سنگ نوہ اور اس کے بہادر بیٹے کم نگ اور چین کے سپوت یوچی کانگ اپنی عظیم ترین کامیابی کا جشن مناتے ہیں۔ ان کی پرخلوص دوستی اور آزادی کی مشترکہ انقلابی جدوجہد کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اخوت اور بھائی چارہ کی ایک مثال قائم کر دی۔

لیکن امریکہ کی سامراجی جارحیت کبھی بھی کم نہ ہوئی اور اس نے کوریا میں اپنی شکست سے کوئی سبق نہیں حاصل کیا اور روز بروز ایشیاء میں جارحانہ کارروائیوں میں اضافہ کرتا جا رہا ہے اور نوآبادیاں بڑھانے کا جنون انتہا کو پہنچ گیا ہے اور اپنے اس ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے جاپان کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اور اسے ڈھال بنا کر جارحیت پھیلانے میں مصروف ہے۔ اس کا یہ منصوبہ اب ناکام ہو چکا ہے کہ وہ ایشیائی طاقتوں کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دے لیکن شاید اب اس کا وقت پورا ہو چکا ہے ایشیاء کے عوام متحد ہو چکے ہیں اور کوریا چین سندھ چینی، افریکہ اور تمام ایشیائی عوام سامراج کو ایشیاء سے باہر نکال کر ہی دم لیں گے۔



آدم جی شوگر ملز کی انتظامیہ چھوٹے کاشتکاروں کو انتقام کا نشانہ بنا رہی ہے

الطاف حسین ملک

دریا خاں ضلع میانوالی کا شہر ہے۔ اور یہ علاقہ تھل سے متعلق ہے۔ نہری آبپاشی کی وجہ سے یہاں گنے کی پیداوار کافی مقدار میں ہوتی ہے۔ ابتدا میں تمام گنا لیہ شوگر ملز میں بھیجا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں ملک میں صنعت و ترقی کے لئے یا با الفاظ دیگر داؤد، ولیکا اور آدم جی کی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے آدم جی کو دریا خاں میں ایک شوگر ملز لگانے کی منظوری دیدی۔ لوگوں کو خطیر رقمیں دے کر زمین خریدی گئی۔ گنے کے کاشت کاروں سے کہا گیا کہ اب تمہیں اپنی پیداوار زیادہ دور لے جانے کی تکلیف نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اور اس علاقہ میں روزگار کی قلت بھی دور ہو جائے گی۔ وہاں کے کاشت کار اور مزدور اس خوش آئند تصور پر خوش تھے۔ لیکن بعد کے حالات نے ان پر سرمایہ دارانہ ذہنیت کی حقیقت کھول دی۔ سرمایہ دار ہر صورت میں منافع حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چاہے اس کے لئے اسے دوسروں کا گلا نہ گھونٹنا پڑے۔ حالانکہ وہ اس مکروہ ذہنیت کو استعمال کر کے اپنے لئے ایک ایسا ہاتھ پیدا کر رہا ہے۔ جو آج تو حالات کے چکر میں پھنس کر اس کی ترقی کا باعث بن رہا ہے۔ لیکن آنے والے دور میں وہی ہاتھ اس کے گلے کو دبا کر اسے اس کے فرسودہ نظام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ختم کر کے رکھ دے گا۔

اس مل میں جیسے ہی کام شروع ہوا تو اس کا سب سے پہلا نشانہ گنے کے چھوٹے کاشتکار بنے یعنی جس طرح الفتح کے ۱۱ر مارچ ۱۹۷۱ء کے شمارے میں بتایا گیا تھا کہ "نواب شاہ اور سانگھڑ میں شوگر ملز کی انتظامیہ سرکاری نرخ پر گنا خریدنے کی بجائے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کم قیمت پر خرید رہی ہے اور کم قیمت پر نہ دینے والے چھوٹے کاشت کاروں کا بائیکاٹ کر رہی ہے۔ شوگر ملز کی انتظامیہ بڑے بڑے کاشت کاروں سے گنا خرید رہی ہے۔ اور ان چھوٹے کاشتکاروں کو انتقام کا نشانہ بنا رہی ہے جو اسے اس کی شرائط کے مطابق گنا فروخت کرنے کی بجائے سرکاری مراعات اور تحفظات کا مطالبہ کرتے ہیں۔" بعینہٖ حالات دریا خان شوگر ملز میں ہیں۔ بلکہ یہاں تو دیہاتی اور ان پڑھ گنے کے چھوٹے کاشتکاروں کو گنے کی کوالٹی کے چکر میں ڈال کر ان سے بہت کم قیمت پر خریدا جاتا ہے۔ بلکہ حالیہ انتخابات میں بھی دو پٹھے ایجنٹوں کے ذریعے چھوٹے کاشت کاروں کی مجبوریوں سے کھیل کر کنونشن لیگ کے جاگیرداروں کی کامیابی کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ اور انہیں اس مقصد میں کامیابی بھی ہوئی۔ اس مکروہ کھیل میں مل کے اسسٹنٹ کین آفیسر عبدالغفور چودھری نے حق نمک بہترین طریقے پر ادا کیا اور کر رہا ہے۔

اس مل کے مزدوروں کی حالت بہت دگرگوں ہے۔ ان کے ساتھ شروع سے ہی رویہ بہت غلط اختیار کیا گیا۔ یہاں شکر بنانے کے ایک سیزن میں مزدور کو دو مرتبہ بھرتی کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ کہیں مستقل ہو کر حکومت کی منظور کردہ مراعات کا مستحق نہ ہو جائے۔ اس ظلم اور ناانصافی کے خلاف کچھ مزدوروں نے جدوجہد کا آغاز کیا اور کوشش کی کہ اپنی ایک نمائندہ یونین بنا لیں۔ اس میں نور محمد لوہار اور اس کے الیکٹریشن ساتھی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان دونوں نے مزدوروں کو یونین سازی پر بھی آمادہ کیا اور متفقہ فیصلہ کے بعد یونین کی رجسٹریشن کے لئے لیبر ڈیپارٹمنٹ گئے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے ناخداؤں نے فوری طور پر مل کی نظامیہ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ فلاں فلاں مزدور یونین کی رجسٹریشن کے چکر میں ہیں۔ ابھی ہم انہیں ٹال رہے ہیں۔

بہرحال مل مالکان سے گٹھ جوڑ کر کے لیبر ڈیپارٹمنٹ نے یونین کے رجسٹریشن کو التوا میں ڈال رکھا ہے اور آج آنا کل آنا "کہہ کر ٹالتے رہے۔ مزدوروں کو اس سازش کا پتہ نہیں تھا جو در پردہ ان کے خلاف کی جا رہی تھی۔ مل کی انتظامیہ نے اپنے زر خرید ملازمین سے ایک یونین بنوالی اور چند ہی دنوں میں اس کا رجسٹریشن ہو گیا۔ پاکٹ یونین کی رجسٹریشن کے بعد انتظامیہ نے فوری طور پر نور محمد اور اس کے الیکٹریشن ساتھی کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ اس پاکٹ یونین کا کام صرف ان لوگوں کی نشاندہی کرنا ہے جو کہ مزدوروں کے دوست ہیں اور اپنا حق مانگتے ہیں۔ یہ یونین ان محنت کشوں کی بھی دشمن ہے جو اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ اپنے مخالفوں کو چارج شیٹیں دلوا رہی ہے۔ اور ملازمت سے برطرف کروانے کی دھمکی دیتی ہے۔ اور اکثر یہ دھمکی حقیقت بن جاتی ہے۔ اس کے مزدور دشمن رویئے نے محنت کشوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑا دی اور اس کے اس گھناؤنے کردار نے مزدوروں پر یہ بات واضح کر دی کہ اس لوٹ کھسوٹ کے نظام سے صرف مزدوروں کا نام لینے سے ان کے مفادات کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اکثر مفاد پرست مالکان کے مفادات کی حفاظت کے لئے مزدور لیڈروں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

ان مزدور دشمن یونین کے خلاف نعیم صہبائی الیکٹریشن جو دریا خاں پیپلز پارٹی کے وائس چیئرمین بھی ہیں نے آواز اٹھائی اور مزدوروں کو منظم کرنا شروع کیا۔ لیکن اس "جرم" میں انہیں اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے۔

اس کے علاوہ مزدوروں کو ان کی جائز سہولتوں سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ میڈیکل فنڈ تو باقاعدگی سے لیا جاتا ہے۔ لیکن ایک چھوٹی سی ڈسپنسری بنا رکھی ہے جس کا ڈاکٹر شہر میں اپنا پرائیوٹ کلینک چلاتا ہے اور اس کی زیادہ تر دلچسپی اپنے کلینک ہی سے ہے۔ چنانچہ وہ مزدوروں کو پھانس کر اپنے کلینک لے آتا ہے۔ گذشتہ دنوں ہی کا واقعہ ہے کہ مل کے اندر ایک مزدور پر کھولتا ہوا پانی گر پڑا جس سے اس کا سارا جسم جل گیا۔ اسے

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں

جھلسے ہوئے مزدور کو چھوٹی سی ڈسپنسری میں بے علاج رکھا گیا

پاکٹ یونین مزدور دشمنی میں مالکان کا ساتھ دے رہی ہے

ٹیلیویژن

ضیاء محی الدین شو میں اب صرف
ضیاء محی الدین نظر آتے ہیں

ناظر

یومِ پاکستان کے تمام پروگرام بے جان تھے

جوش نے کہا تھا کہ جدید شاعری ذہنی کاہلی کا نتیجہ ہے ۔ن ۔م راشد نے اس کا اعتراف تو کیا مگر ذرا مختلف پیرائے میں ۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں کاہلی تسلیم مگر کاہلی کا ثبوت وہ شاعر دیتے ہیں جو فکر و احساس کے اعتبار سے کاہل ہیں ۔ دوسری چونکا دینے والی بات ن م راشد نے یہ کہی کہ میرے نزدیک اچھے شعر کی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ شعر سنتے ہی دل میں اتر جائے ۔ ن م راشد کو آزاد اور جدید شاعری کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن ان کو یہ حق ضیا محی الدین شو میں ہی ملا کہ وہ شاعری کے ایک بڑے حصہ پر خطِ تنسیخ کھینچ دیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ راشد نے ایک جدید گروہ شعرا کو خاصا متاثر کیا ہے لیکن اب وہ اپنی اثر انگیزی کے زعم میں ان شعرا کو گمراہ بھی کرنے لگے ہیں ۔ضیا محی الدین شو کی وساطت سے بہت عرصے کے بعد لوگوں نے راشد کو دیکھا اور سنا ورنہ وہ تو زیادہ عرصے ملک کے باہر ہی رہے ہیں ۔ شو کے اختتام پر جب پردہ گرنے کے بعد دوبارہ اٹھا تو معمول کے مطابق ضیا محی الدین حاضرین و ناظرین کو اپنے مہمانوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر ان کا اور لوگوں کا شکریہ ادا کرتے اور داد طلبی کے انداز میں دیکھتے نظر آئے ۔ اشارہ سے راشد صاحب نے یہ سمجھا جیسے ضیا انھیں آخری بار پھر مائکروفون پر بلا رہے ہوں ۔ وہ اٹھ کر مائکروفون کی طرف بڑھ رہے تھے اور پردہ گر رہا تھا ۔ غالباً پروگرام سے پہلے انھیں سدھایا نہیں گیا تھا ۔ اس شو میں سیر و سیاحت کی شوقین مصنفہ بیگم اختر ریاض الدین فلم ایکٹر سید کمال ۔ موسیقار مسعود رانا ۔ خالد عباس ڈار ۔ ایتھلیٹ اور بیڈمنٹن چیمپین طلعت سلطانہ بھی شریک ہوئیں ۔ ان میں خالد عباس ڈار اور طلعت سلطانہ کو لاہور سے اور بیگم اختر ریاض کو اسلام آباد سے بلایا گیا تھا ۔ خالد عباس جتنی دیر نظام دین نور دین کی آوازوں میں ضیا محی الدین کا ذکر کرتے رہے ۔ وہ بظاہر کسرِ نفسی کے مارے شرماتے رہے اور کیمرہ ان کے کلوز اپ دکھاتا رہا ۔ اس کا غالباً خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا کہ ضیا کو نمایاں کیا جاتا رہا ۔ گویا پروگرام کی ابتدا میں ضیا کے مختلف پوز میں جو اسٹیلز دکھاتے جاتے ہیں وہ ناکافی ہیں ۔ ن ۔م راشد کی خشک اور بے جان گفتگو سے ناظرین جتنے بے مزہ ہوتے تھے ۔ سید کمال ، بیگم اختر اور خالد عباس کی گفتگو سے اتنے ہی محظوظ بھی ہوئے ۔ شکر ہے کہ اس مرتبہ کوئی رقص نہیں دکھایا گیا ۔ مسعود رانا نے ایک فلمی گیت اور ایک سندھی گیت سنایا اور سنا تے ہی ونگ کے اندر چلے گئے ۔ ضیا نے انھیں دوسرے مہمانوں کی طرح اسٹیج پر نہیں بٹھایا ۔

۲۱ مارچ کو ایک غزل دو فن کار والے پروگرام میں سلیم شہزاد اور نیا شاہ نے احمد ندیم قاسمی کی ایک خوب صورت غزل کا بڑی خوب صورتی سے قیمہ بنایا ۔ موسیقی رجب علی کی تھی ۔ مگر دونوں فن کاروں کی دھنیں نہایت بھسپھسی اور اکتا دینے والی ۔ غزل کا مطلع تھا ۔

شام کو صبح چمن یاد آئی

کس کی خوشبوئے بدن یاد آئی

موسیقار ردیف سے ذرا بھی فائدہ نہ اٹھا سکا ۔ اس غزل کی بڑی اچھی دھن بن سکتی تھی مگر موسیقار اور فن کاروں کی تن آسانی پورے پروگرام کو لے ڈوبی ۔ ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان پر سوائے ایک پروگرام کے کوئی بھی ڈھنگ کا پروگرام پیش نہ کیا جا سکا ۔ سندھی پروگرام ڈیس رہان میں سندھی ناچ دکھاتے گئے ۔ جو پیش کش اور فن کے اعتبار سے خاصے کی چیز تھے ۔ لاہور اسٹیشن کا ریکارڈ کیا ہوا ایک پروگرام مینار پاکستان کے بارے میں صرف بچوں کے لئے مخصوص تھا ۔ ملک حسیب احمد بچوں کو مینار پاکستان دکھانے لے گئے تھے ۔ مگر مینار کے پاس بچے ان کے ساتھ مٹی کے بت کی طرح کھڑے رہے اور حسیب احمد پاکستان کی تاریخ اور مینار کی تعمیر کے بارے میں نہایت خشک انداز میں لیکچر دیتے رہے ۔ بچوں کو خاص طور پر منع کر دیا گیا تھا کہ جگہ سے نہ ہلنا ورنہ کیمرہ کے فیلڈ سے نکل جاؤ گے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا پروگرام بے جان ہو کر رہ گیا ۔ البتہ مینار کے بعض شاٹس خوب صورت تھے ۔

"مستقبل کی نوید" کے عنوان کے بارے میں نئی نسل کے تاثرات سنائے گئے ۔ مگر نئی نسل کی طرف سے قاسم پیرزادہ ۔ ناہید رضا ۔ سعدیہ صدیقی ۔ عارف مقصود ۔ دوست محمد فیضی اور خوش بخت عالیہ نے وطن کے بجائے نئی نسل کے ذمہ داریوں پر اظہار خیال کر ڈالا ۔ "سوہنی دھرتی" علاقائی گیتوں پر مبنی پروگرام تھا ۔ مہدی حسن ، نگہت اکبر ۔ ریحانہ یاسمین ۔ سوفیہ امین ۔ عزیز بلوچ اور محمد حسن نے پنجابی ۔ اردو پشتو ۔ بنگلہ ۔ بلوچی اور سندھی گیت بڑی اچھی دھنوں میں سنائے ۔ مگر اس پروگرام میں پہلی دفعہ یہ انکشاف ہوا کہ اردو اور بنگلہ علاقائی زبانیں ہیں ۔ ٹی وی حکام کو اس کی تصحیح کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی ۔

روز و شب پروگرام میں قریش پور اس مرتبہ انڈس گیلری میں کھڑے نظر آتے ۔ جہاں مشہور آرٹسٹ مبین الفطیم کی تصویروں کی نمائش ہو رہی تھی ۔ اس فلم کی ریکارڈنگ بہت ہی ناکارہ تھی ۔ فوٹو گرافی بھی خراب ہے اور ساونڈ بھی ناقص ۔ قریش پور بھی اپنی بڑی بڑی قلموں کی وجہ سے پہچانتے میں نہ آسکے ۔ تصویروں کی نمائش ٹیلی وژن پر دکھانا محض تضیع اوقات ہے ۔ کیونکہ تصویروں کے خط اور رنگ ٹیلی وژن پر نہیں دیکھے جا سکتے ۔ البتہ آرٹسٹ سے ملاقات اور گفتگو سنائی اور دکھائی جا سکتی ہے ۔ یا پھر نمائش میں آنے والے لوگوں کے تاثرات سنائے جا سکتے ہیں ۔ دیکھنے کی چیز پھر بھی نہیں بنتی ٹی وی حکام کو اپنے پروگرام قابل سماعت کے بجائے قابل دید بنانے پر توجہ دینی چاہیئے ۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ قریش پور کے شب و روز آرٹ کونسلوں ۔ بڑے بڑے ہوٹلوں کی تقریبوں اور نمائشوں میں ہی کیوں گزرتے ہیں ۔ کبھی انھیں یہ دکھانے کی توفیق نہیں ہوتی کہ شہر کی پسماندہ بستیوں میں رہنے والوں کے شب و روز کس طرح بسر ہوتے ہیں ۔ آخر ان کی بھی تو اپنی چھوٹی

باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں

یونان کے رجعت پرست فوج کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں

صفحہ ۵ سے آگے

شاہ اور شاہ کی افواج خوفزدہ تھیں۔ پاپا ندریو نے عوام کے حقوق کبھی سلب نہ ہونے دیئے تھے۔ عوام کی آواز کو اور زیادہ بلند آواز سے پیش کیا تھا۔ عوام کو حاکمیت اعلےٰ کا سرچشمہ قرار دیا تھا۔ عوام کی ہستی قائم رکھنے کے لئے ہی اس نے یونان کی وزارت عظمیٰ کو ٹھوکر ماردی تھی، وزارت چلی گئی تھی۔ مگر عوام کا اعتماد، عوام کی حیثیت، پاپا ندریو کے ساتھ تھی۔ پاپا ندریو۔ وہی پاپا ندریو جس نے ۱۹۶۴ء میں برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد شاہ پرست فوجیوں کے کئی دستوں کا ایتھنز سے بہت دور تبادلہ کر دیا۔ بادشاہ کو پاپا ندریو کی اس "جسارت" کو گستاخی قرار دیا۔ پاپا ندریو کو اس جرم کی سزا دینے کے لئے محلاتی سازش تیار کی گئی۔ اور ایک روز یونان کے عوام نے سنا کہ آرمی کمانڈر جنرل جارج گریورس انکشاف کر رہے تھے۔ کہ کچھ فوجی افسر یونان کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے لیکن منصوبہ کا قبل از وقت سراغ لگا لیا گیا۔ اس منصوبے کی سربراہی جارج پاپا ندریو کے بیٹے انڈریاس پاپا ندریو کر رہے تھے۔ شہنشاہ نے اس خطرناک منصوبے کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ عوام کو سخت تعجب ہوا۔ لیکن عوام جان گئے کہ یہ بھیڑا ہیں پاپا ندریو اور اس کے بیٹے کے خلاف بدظن کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ سامراجی ایجنٹ اپنے اس منصوبے کے ذریعے عوام کو بدظن کرنے کے بجائے اور متحد کر گئے۔ عوام اور مضبوط ہو گئے۔ انہیں احساس ہو گیا کہ ہمارے دشمن اس طرح کے کئی انکشافات کریں گے۔ یہی وہ حالات تھے جب پاپا ندریو نے وزارت عظمیٰ کو ٹھوکر ماردی۔ ادھر شاہ اور افواج کے ساتھ تمام رجعت پرست سیاسی جماعتیں متحد ہو گئیں۔ انڈریاس پاپا ندریو کو اس نام نہاد سازش کے مقدمے میں پوری طرح الجھایا نہ جا سکا۔ کیونکہ وہ پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ بعض اور فوجی افسروں پر جرم ثابت کر کے سزائے دی گئیں۔

اور جب فوج نے ان تمام حالات کو ختم کرنے کے لئے خود میدان میں آنے کا اشارہ پایا تو ملک میں تمام کاروبار زندگی معطل کر کے فوج نے اپنا راج نافذ کر دیا۔ اس وقت انڈریاس سے انتقام یوں لیا گیا کہ فوجی انتہائی بے دردی کے ساتھ انڈریاس کو بستر سے گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور پھر ان پر مقدمہ چلانے کی کوششیں کی گئیں۔

اس فوجی جنتا نے بعد میں یونان کے عوام پر عرصہ حیات جس طرح تنگ کیا وہ یونانی تاریخ ہی نہیں۔ عالمی تاریخ کا ایک افسوسناک باب ہے۔ ملک کا نظام چلانے کے لئے چند جنرلوں نے جو گروپ تشکیل دیا تھا اس کا نام "فوجی جنتا" قرار دیا گیا۔ اس فوجی جنتا نے عوام کے ہر طبقے سے چن چن کر ممتاز افراد کو جیلوں میں ڈالا۔ مقدمات چلائے۔ اخبارات اور دوسرے خبری ذرائع پر پابندی ہونے کے باعث خبریں پوری طرح باہر سفر نہ کر سکیں۔ اور کبھی کبھار کوئی شخص یونان سے باہر آنے میں کامیاب ہوتا تو اہل قلم اور اہل سیاست پر فوجی کے ظلم و ستم کی داستانیں بیان کرتا تو سننے اور پڑھنے والوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں۔

سیاہ دور طویل ہوتا جا رہا ہے

کچھ دنیا کے ضابطے، کچھ اقوام متحدہ اور کچھ آئینی پابندیاں۔ یونان کی فوجی حکومت کو دنیا میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لئے دستور پر ریفرنڈم کا سوانگ رچانا پڑا۔ فوجی لیڈر کرنل پاپا ڈوپولوس نے ۱۶ ستمبر ۱۹۶۸ء کو چند آئینی سفارشات پیش کیں۔ اس ریفرنڈم کے لئے بار بار تاریخ بدلی گئی۔ بالآخر ۱۹۶۸ء میں ریفرنڈم ہوا۔ اور یوں یہ فوجی آئینی اور قانونی حکومت بن گئی۔ اس آئین میں شہری آزادیوں کے لئے کہا گیا تھا کہ بہت سی شہری آزادیاں فوراً نہیں دی جائیں گی۔ بلکہ ان کی پیدائش میں وقت لگنے کا اعلان کیا گیا۔ پھر اس آئین کی ۱۳۸ دفعات میں ۱۲ دفعات جو شخصی آزادی اور اداضیات کی آزادی وغیرہ کے بارے میں تھیں۔ ان پر عمل درآمد موقوف رکھا گیا۔ اس دستور کے بعد اس فوجی جنتا کو اپنی من مرضی سے مگر آئین کی روشنی میں حکومت کرنے کا اختیار مل گیا۔ اس آئین میں عدالتی امور بھی دلچسپ تھے حکومت کو ہنگامی نوعیت کی عدالتیں بھی تشکیل دینے کا اختیار دیا گیا تھا۔

بہرحال اس لولے لنگڑے آئین کے ذریعے یونان کی فوجی حکومت آئینی حکومت بن گئی۔ مگر جنتا کا در پردہ راج جاری رہا۔ پھر نومبر ۱۹۶۸ء میں بالآخر یونان کی اس متنازعہ فیہ فوجی حکومت کو امریکہ نے فوجی امداد دینے کا اعلان بھی فرما دیا۔ انہی دنوں جیکولین کینیڈی نے یونانی رئیس اوناسس سے شادی کی تھی۔ یونان کے افسروں نے فوجی امداد پر اس پر امریکی تحفہ قرار دیا۔ فوجی حکومت کی ہدایت کے مطابق اخبارات نے اس امداد کی خبریں نمایاں انداز سے چھاپیں۔ اور اس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ وزیراعظم پاپا ڈوپولوس نے فرمایا "یونان کو اسلحہ کی فراہمی یونان سے امریکہ کے دوستانہ تعلقات کی علامت ہے۔ دونوں ممالک اور نیٹو کے دفاعی مقصد کے لئے یہ قدم اٹھانا ضروری تھا امریکی امداد کی اس بحالی پر امریکہ میں بھی سخت نکتہ چینی کی گئی تھی اور کہا گیا کہ اس سے فوجی جنتا اپنے عوام کو یہ تاثر دینے میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ امریکی امداد کی بحالی دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکہ اس حکومت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ بہت سے اعلیٰ امریکی افسر بھی اس اقدام سے خوش نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک نئی حکومت نے جمہوریت کی بحالی کی جانب کوئی خاص قدم نہیں بڑھایا۔ پچھلے دنوں کرایا جانے والا ریفرنڈم نام نہاد ہی تھا۔ لیکن امریکہ میں یہ تنقید بے مزہ رہی کیونکہ ان دنوں "روس" کی فوجی تیاریوں سے مقابلے کے لئے نیٹو کو مضبوطی بخشی جا رہی ہے'۔ اس لئے یونان بھی اس کا حقدار تھا۔ امریکی وزیر دفاع کلارک کلیفورڈ نے فرمایا:۔ امریکہ کو یہ خیال کئے بغیر کہ امریکی کس حکومت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں اپنے اتحادی کو مدد دینا چاہیئے۔ اگر نئی حکومت اور نئے دستور کے نفاذ کا انتظار کیا جاتا تو بہت زیادہ دیر ہو جاتی۔

اسی نومبر میں جارج پاپا ندریو چل بسے، انھیں فوجی جنتا نے بھی بہت سی صعوبتیں پہنچائی تھیں، پھر یہ گھٹن کا احساس ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کی موت پر یونان کی تمام آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور اس جنازہ کا جلوس ——— جمہوریت کا قافلہ بن گیا۔ لوگوں نے پاپا ندریو کی موت پر نہیں۔ جمہوریت کی موت پر آنسو برسائے اور اس بہانے لوگ اپنی گھٹن ختم کر کے سڑکوں اور گلیوں پر نکل آئے۔ فوجی جنتا نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک حکومت کا نااہل ——— عوام کی نظر میں کتنا محترم ہے۔ لاکھوں لوگوں نے پاپا ندریو کو دھڑکتے دل کے ساتھ زمین کے سپرد کر دیا اور بہت سے لوگ سوچنے لگے کہ شاید جمہوریت کی آخری شمع بھی بجھ گئی۔ جارج پاپا ندریو کی موت یونانی قوم کو تو اداسیوں کے اندھیروں میں ڈبو گئی ——— لیکن فوجی جنتا کو احساس دلا گئی اگر اس قوم کو اور کچھ دیر بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا تو یہ لاوا پھوٹ نہے گا اور پھر اس سیلاب کو روکنا مشکل ہو جائے گا۔ کچھ حقوق دینے کی پیشکش کی گئی تھی۔ لیکن بنیادی حقوق پر اب بھی اسی حکمران ٹولے کا قبضہ ہے۔

اس کرب کے ایام ہیں۔ یونان کے عوام ابھی تک اپنے بنیادی حقوق کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ جیلوں میں سیاسی رہنما، طالب علم اور مزدور لیڈر صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اور ابھی تک عوام کے جذبات کو اظہار عطا کرنے والی عوامی قیادت سامنے نہیں آئی۔ اور یونان کا یہ سیاہ دور طویل ہوتا جا رہا ہے۔ خواتین کی اس زیر زمین تنظیم کی یہ اپیل مایوسیوں کی گہرائیوں سے آتی ہوئی ایک آواز ہے۔ جس نے یونان کے ۸۷ لاکھ ۳۶ ہزار ۳ سو ۶۷ افراد کو غلام قرار دے دیا ہے۔ اور غلام ماؤں سے اپیل کی ہے کہ وہ بچے جننا چھوڑ دیں۔ تاکہ نئے غلام وجود میں نہ آئیں۔

یہ کرب اور مایوسی کی آواز۔ نیک شگون نہیں ہے۔ امریکی سامراج اس ایجنٹ فوجی حکومت کو شکست دینے کے لئے یونان کے طالب علموں مزدور کسانوں عوام کے دوسرے طبقوں کو میدان میں آنا چاہیئے۔ اور اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ عوام میں شعور پیدا کرنا چاہیئے۔ عوام کسی حالت میں بھی غلام نہیں رہ سکتے، عوامی طاقت کو اظہار کی ضرورت ہے۔ پاپا ندریو کی ضرورت ہے۔

ٹیلیویژن

بقیہ صفحہ ۲۴ سے آگے

چھوٹی خوشیاں اور محفلیں ہوتی ہوں گی۔ نگران کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ دعوت نامے چھپوا کر انھیں بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ہفتہ ۲۰ مارچ کو "آج کا انتخاب" میں اسٹیفن لیکاک کی کہانی سے اخذ کیا ہوا ڈرامہ امیر امام نے پیش کیا۔ جسے ٹیلی ویژن کے لئے ذکیہ اکبر نے لکھا تھا۔ نام تھا۔ "مہرباں کیسے کیسے"۔ اس ڈرامے کو محمود علی نے اپنی اداکاری سے سنبھال لیا۔ ورنہ یہ ڈرامہ ٹریجڈی بن جاتا۔ اس میں سلمیٰ کے رول میں ایک نئی لڑکی رخسانہ امیر پیش کی گئی۔ جسے نہ اچھی طرح مکالمے یاد تھے اور نہ وہ اداکاری کی سے واقف تھی۔ ایک اچھے ڈرامے کو تباہی سے بچانے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ کسی نئے فنکار کو مشکل اور طویل کردار نہ سونپا جاتے۔ یہ کردار زینت یا یاسمین یا طلعت خورشید بڑی اچھی طرح ادا کر سکتی تھی۔ مگر یہ دونوں لڑکیاں ٹی وی پروگراموں کی سیاست کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہیں۔

بقیہ: غیر ملکی مداخلت

رکھا۔ یہاں تک کہ بغیر کسی حوالے کے یہ شر انگیز اور جھوٹی خبر بھی نشر کر دی کہ ڈھاکہ میں امریکی قونصل جنرل نے واشنگٹن یہ خبر بھیجی ہے کہ ڈھاکہ میں سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ٹینک استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ خبر نشر ہونے پر جب پاکستان کے دفتر خارجہ میں امریکی سفیر کو بلا کر جواب طلب کیا گیا تو انہوں نے صاف طور سے اس کی تردید کر دی کہ امریکی قونصل جنرل نے ڈھاکہ سے اپنی حکومت کو کسی قسم کی رپورٹ بھیجی ہے۔ یہ خبر اس وقت اڑائی جب ڈھاکہ میں صورت حال مکمل طور پر قابو میں تھی اور ۹ گھنٹے کے لئے کرفیو بھی اٹھا لیا گیا تھا۔ بھارت اور برطانیہ کے ہائی کمشنروں کو بھی اسی طرح دفتر خارجہ میں بلا کر پاکستان کے خلاف اشتعال انگیزی کے بارے میں جواب طلب کیا گیا اور انہیں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ ان کے ملکوں کا یہ طرز عمل پاکستان کے اندرونی معاملوں میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

پاکستانی قوم ایک آزاد باعزت اور باوقار قوم ہے۔ وہ کسی طرح بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ان کے خلاف بہتان باندھے جائیں اور اسے دنیا بھر میں صرف اس لئے بے عزت کیا جائے کہ وہ سامراجیوں کے گھٹیا مقاصد اور عیارانہ منصوبوں کے فریب میں آکر اپنی خود داری کو بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار نہیں۔ اسے کسی کی حمایت، ہمدردی اور امداد کی ضرورت نہیں۔ پاکستان میں کیا نہیں ہوا، اور کیا ہونا چاہیئے اس کا فیصلہ کرنے کا حق یہاں کی حکومت اور عوام کو ہے۔ کسی ایسے ملک کو نہیں جس کے عزائم پہلے ہی ناپاک رہے ہوں۔ بعض بڑی طاقتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ پاکستانی عوام کو خرید لیں گی اس لئے کہ وہ انہیں امداد اور قرضے دیتے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔

یہاں کے عوام بکاؤ مال نہیں ہیں۔ ان کی اقتصادی بے چارگیوں سے غلط فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ جہاں تک قومی اور آئینی بحران کا تعلق ہے تو وہ کس ملک میں نہیں آتا۔ اس قسم کے بحرانوں کو حل کرنے کے لئے ہمیں کسی غیر ملکی طاقت کا آلہ کار نہیں بنایا جا سکتا۔ پاکستانی عوام ایسے بہت سے بحران دیکھ چکے ہیں اور ان آزمائشوں سے وہ کامیاب و کامران گذرے ہیں۔ ان کے لئے یہ امتحانات نئے نہیں ہیں بہتر مستقبل، خوشحالی، ترقی اور استحکام وطن کے لئے عوام بے پناہ قربانیاں دیتے آئے ہیں۔ لیکن وہ آزادی اور خود مختاری کو کسی مادی منفعت پر قربان نہیں کر سکتے۔ ان کا اصل مسئلہ تو معاشی ہے دولت کی غلط تقسیم اور دولت آفریں وسائل پر چند سرمایہ داروں کی اجارہ داری نے سیاسی الجھنیں، طبقاتی تفریق اور معاشی ابتری پیدا کی ہے۔ حکومتوں نے اوپری مسائل کے حل اور عارضی عوارض کے علاج کی طرف ہی توجہ دی ہے انہیں ان تمام بیماریوں کی اصل جڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی فرصت ہی نہ مل سکی۔ اس لئے کہ کبھی عوامی حکومت ہی نہ بن پائی۔ عوام کی حاکمیت کو کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ ملک کے معاملات میں کبھی انہیں حصے دار نہیں بنایا گیا۔ ہمیشہ ان کی توجہ ان کی حالت زار کو بہتر بنانے کی جدوجہد سے متاثر چند اقتدار پرستوں کے مفادات پورے کرنے ہی پر مرتکز رکھی گئی۔ یہ اقتدار پرست وہ گنتی کے سرمایہ دار ہی ہیں جو خود ہی سیاسی بحران پیدا کرتے رہے ہیں اور ان بحرانوں کو حل کرنے کے بہانے اقتدار میں حصہ بٹاتے رہے ہیں۔ اگر اقتدار کے بھوکے ان انسانوں اور غریب مظلوم عوام کا استحصال کرنے والوں کو پاکستان تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تو پھر ان کو کھلا کیوں چھوڑا گیا ہے وہ جب بھی موقع پائیں گے یہی کریں گے۔ کیوں کہ ماضی میں بھی ان کا چلن یہی رہا ہے۔

جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے لئے بہت سارا سامان عبرت اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہمیں ان واقعات کو سبق حاصل کر کے متحدہ اور خوش حال پاکستان کی تعمیر کے لئے خود راستے صاف کرنے ہوں گے۔

بقیہ: مزدور عظیم ہے خدایا

ہسپتال کی اس چھوٹی سی ڈسپنسری میں رکھا گیا۔ اس پر مزدوروں نے احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ اسے میانوالی لے جایا جائے۔ مگر انتظامیہ نے انکار کر دیا۔ ڈسپنسری کے علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا اس مزدور کے لواحقین نے اس کا علاج اپنے پیسوں سے پرائیویٹ کلینک میں کرایا۔ اس پر مزدوروں کا ایک وفد انتظامیہ سے ملا اور مطالبہ کیا کہ مل کی جانب سے تمام خرچہ ادا کیا جائے۔ وقتی طور پر یہ مطالبہ مان لیا گیا۔ مگر ابھی تک ایک پیسہ بھی اس مظلوم مزدور کو نہیں دیا گیا۔

اس بڑھتے ہوئے ظلم و ستم کے خلاف مل کے مزدور آج بھی نبرد آزما ہیں۔ اور انہیں طالب علموں کی بھی حمایت حاصل ہے اور وہ منتظر ہیں کہ
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

بقیہ: جاپان

جاپان میں تو اپنے مال کے ڈھیر لگا رہا ہے۔ لیکن جاپانی حکومت کے ارزاں مال پر اپنے ملک کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔

سرمایہ دار ملکوں کا حال ان بھیڑیوں کا سا ہے جو نسلی طور پر تو ایک ذات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن موقع پاتے ہی ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت تک باقی رہے گی جب تک جاپان میں ایک حقیقی معنوں میں عوامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔ جس کے لئے جاپان کے بہادر عوام مسلح جدوجہد کر رہے ہیں۔

Regd No : S - 2772
Weekly "Al - Fatah" Karachi
1 — 8, APRIL 1971

